بسم الله الرحمن الرحيم
والعصر ان الانسان لفي خسر

پشاور
پاکستان

العصر

ماہنامہ

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمن

جامعہ عثمانیہ
نوتھیہ روڈ پشاور

Scanned with CamScanner

العصر اور آپ کی ذمہ داری

جن حضرات کی رکنیت کا ایک سال [illegible] ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ [illegible] اپنا چندہ مبلغ -/70 (ستر روپے) سالانہ [illegible] نمائندگان کے ذریعہ یا بذریعہ [illegible] العصر کو بھیج دیں تاکہ اس کمزور مشکل [illegible] فضا اور ابتدائی حالات کے [illegible] اپنا خوشگوار سفر جاری و ساری رکھ سکے۔

چندہ کے اختتام پر اطلاع دینے کے باوجود کسی رکن کی طرف سے زرتعاون موصول [illegible] (وی۔ پی) بھیجا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا رکن کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے۔

ادارہ العصر کے نمائندگان حضرات

1- خان بادشاہ :۔ سٹور سپروائزر چراٹ سیمنٹ فیکٹری پوسٹ بکس 28 ضلع نوشہرہ

2- مولانا فصیح الرحمان صاحب :۔ A/229 بلاک اے شیرشاہ کالونی کراچی 28

3- مولانا مفتی محمد [illegible] :۔ منیر برادرز نیو روڈ منگورہ سوات

4- مولانا ضیاء الرحمان :۔ حبیب جنرل سٹور جان مارکیٹ دوبندی بازار جہانگیرہ ضلع

5- شاہ نواز صاحب :۔ گاؤں باندہ منیر خان ڈاک خانہ سرائے نعمت خان ضلع ہری پور ہزارہ

6- حمید خان و ظاہر شاہ :۔ پاکستان ٹوبیکو کمپنی اکوڑہ خٹک ریڈ شفٹ خوشحال گروپ ضلع نوشہرہ

7- مولانا شمشاد علی صاحب :۔ ناظم اعلی دارالعلوم سعیدیہ اوگی ضلع مانسہرہ۔

8- قاضی محمد طیب :۔ مقام عمرزئی ضلع چارسدہ

9- جناب غنی الرحمان :۔ غنی فوٹو سٹیٹ مال روڈ مردان

10- مولانا خلیل اللہ حقانی :۔ مقام روپ کنی تحصیل الائی ضلع بٹ گرام

11- مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی :۔ خانیوال ایک مینار والی مسجد

12- مولانا مفتی محمد زرین شاکر خطیب جامع مسجد صدیق اکبر محلہ پٹھان خیر آباد

13- حاجی محمد حسین - حسین انٹرپرائزز ڈھیری باغبانان پشاور

14- مفتی دلبر شاہ - مدرسہ عربیہ اظہارالاسلام پنڈی روڈ چکوال

15- قاری ولی اللہ - خطیب [illegible] (پی ٹی وی) پشاور

Scanned with CamScanner

زیر اہتمام: جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ العصر پشاور

جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۸

مجلس ادارت: سرپرست: شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ
پی ایچ ڈی مدینہ منورہ

مدیر مسئول: مفتی غلام الرحمٰن ○ نائب مدیر: مولانا ڈاکٹر حسن نعمانی

جولائی ۱۹۹۷ء / ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

اس شمارہ میں

عصری تقاضوں کا احساس	مدیر مسئول	۲
[illegible]	مفتی غلام الرحمٰن	۸
[illegible]	[illegible]	۱۳
[illegible]	[illegible]	۲۱
[illegible]	[illegible]	۲۵
[illegible]	[illegible]	۲۸
[illegible]	مفتی غلام الرحمٰن	۳۱

بدل اشتراک
فی پرچہ ۸ روپیہ
[illegible]
بیرون ملک ۱۵ ڈالر
رابطہ
[illegible]
خط و کتابت
ماہنامہ العصر پوسٹ بکس ۱۲۰۹
[illegible]
ترسیل زر
[illegible]
پبلشر
مفتی غلام الرحمٰن
[illegible]

صدائے عصر

مدیر مسئول

مدیر مسئول

عصری تقاضوں کا احساس
یا
یورپ کی عیاری سے مرعوبیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم کی اکثر کتابیں
چار سو سال قبل لکھی گئیں ہیں کچھ کتابیں آٹھویں صدی ہجری اور اس سے
یادگار ہیں۔ ایک آدھ کے علاوہ چودھویں صدی کی لکھی ہوئی کتاب کا نصاب
مشکل ہے اس لئے اس نصاب کے فیض یافتہ دانشوروں سے کسی دفتری نظام میں
کی ذمہ داری نبھانا یا کسی دنیوی ترقی کے میدان میں اسباب تعیش کی فہرست میں
اضافہ کا سبب بننے کی توقع رکھنا بے سود ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس نصاب نے
ولی اللہ ؒ پیدا کیا جس کے نظریہ کا سمجھنا بذات خود ایک علم ہے۔ اس نصاب کی
سے مولانا محمد قاسم نانوتوی قاسم العلوم والخیرات بنے اور اس نصاب نے امت کو
زمانہ شاہ انور شاہ ؒ دیا۔ درس نظامی کا بنیادی مقصد قرآن و حدیث اور ائمہ مجتہدین
کی آراء و افکار سے آگہی ہے۔ بلا شک و شبہ اس میدان میں درس نظامی کی
توقع سے کہیں بالا ہے۔ جو شخص کم از کم دس سال تک درس نظامی پر پوری توجہ
اس کے لئے قرآن فہمی کے میدان میں کوئی خاص مشکلات نہیں رہتیں۔

لیکن اس کے ساتھ معاشرتی میدان میں ہمارے علماء کو کچھ خاص دقتوں کا
کرنا پڑتا ہے بسا اوقات ان مشکلات کی وجہ سے ایک اچھا خاصا فاضل ایسے احساس کمتری
کا شکار ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو معاشرہ کا ایک زائد پرزہ سمجھتا ہے۔ جوں جوں معاشرہ
میں قدم بڑھاتا ہے۔ اس کی کمزوری کا تصور مزید پختہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک خود
مدارس اور اساتذہ سے اس کا اعتماد اٹھ کر مادہ پرستی کی دلدل میں پھنس کر اپنی حیثیت

Scanned with CamScanner

بیٹھا ہے یہ تو خود اس کی اپنی حالت ہے جبکہ معاشرہ کے وہ لوگ جو دین سے نابلد ہوتے ہیں ان کا نظریہ مدارس عربیہ کے بارے میں اس سے بدتر ہوتا ہے۔ وہ ان لوگوں کو معاشرہ پر بوجھ سمجھتے ہیں۔ بلکہ علانیہ طور پر یہ اظہار خیال فرض منصبی سمجھتے ہیں کہ مدارس عربیہ میں طلباء کی زندگی ضائع ہوتی ہے بقول ان لوگوں کے کہ یہ لوگ ملک کی ترقی میں کوئی خاص کردار نہیں رکھتے۔ حالانکہ منبر و محراب کی آبادی اور علوم نبویؐ کا تسلسل ان مدارس عربیہ کی وجہ سے قائم ہے۔ اگر یہی مدارس عربیہ نہ ہوں تو کسی کو نماز پڑھنا درکنار ماں بہن کی تمیز مشکل رہیگی۔

بہر حال زندگی کے ان تلخ تجربات سے گزر کر جو فضلاء حوصلہ بحال رکھیں اور دینی میدان میں کچھ سرگرمیاں جاری رکھیں تو وہ آئندہ نسل کے لئے بہتر سوچ لیکر نصاب تعلیم میں تبدیلی کی صدائیں لگاتے ہیں۔ ایسے حضرات خود جس میدان کارزار سے گزرے ہیں ان کی صرف خواہش نہیں بلکہ یہی محنت ہوتی ہے۔ کہ ہمارے مدارس میں ایسی تبدیلی کیوں نہیں ہوتی جس سے ہماری عصری مشکلات پر قابو پایا جا سکے۔ یہ سوچ اور فکر آج کی پیداوار نہیں۔ بلکہ زمانہ قدیم سے معاشرتی حالات سے مجبور ہوکر علماء نے اس نکتہ پر توجہ دی ہے۔ درس نظامی کے نصاب تعلیم میں' ہدایۃ الحکمت' صدرا' شمس بازغہ' تصریح شرح چغمینی اور بست باب و اقلیدس کا ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اکابر علماء نے عصری علوم کی ضرورت کا احساس کر کے اپنے دائرہ کار میں اس کو جگہ دی۔ رفتہ رفتہ اس میدان میں علماء نے جو کارنامے سرانجام دیئے وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ بدقسمتی سے یہ سرگرمیاں لمبی مدت تک باقی نہیں رہ سکیں جب دشمنان اسلام نے اسلامی ثقافت پر یلغار کر کے اس کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی مذموم کوشش کی تو ایسے نازک مرحلہ پر علماء کرام کی سرگرمیاں کسی اقدامی ترقی کی بجائے دفاعی تصور تک محدود رہیں۔ اور بحمداللہ ایسے بے لوث جذبہ خدمت دین کی وجہ سے دین اصلی شکل میں محفوظ رہا۔ آج تک یہی مشکل سامنے ہے کہ ایسا نہ ہو کہ عصری علوم میں پھنس کر کہیں دینی علمی ذخیرہ ضائع نہ کر بیٹھیں۔ ہماری معاشرتی حالت اس نہج پر پہنچ چکی ہے کہ دنیوی ڈگریوں اور اداروں کی حوصلہ افزائی دیکھ کر فضلاء یا طلباء لالچ کی وجہ سے اس طرف زیادہ مائل ہو جاتے ہیں۔

آج کل ہماری مشکلات کیا ہیں؟ میرے خیال میں عصری تقاضوں و
سنگین مسئلہ ہے اگر ہمارے طلباء اور نووارد فضلاء میں عصری تقاضوں کے
ہو تو جملہ مشکلات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بہتر طریقہ سے حل
ضروری نہیں کہ ہمارے مدارس عربیہ میں میڈیکل یا انجینئرنگ کے شعبے
جذبہ ہونا چاہیے کہ عصری مشکلات کے ازالہ کے لئے انگریزی بطور زبان
کے ذریعہ مشکلات پر قابو پا سکیں سائنسی علوم سے واقفیت اور جدید تقاضوں
کی آگاہی وقت کا عظیم تقاضا ہے۔

لیکن یہ میدان بڑا خطرناک ہے اس میں خطرہ نہیں بلکہ قدم بقدم خطرات
گزشتہ ماہ جامعہ عثمانیہ کے تعلیمی وفد نے صوبہ سرحد اور پنجاب کے اہم
تعلیمی اداروں کا دورہ کیا۔ یہ وفد راقم الحروف کے علاوہ حضرت مولانا حسین
ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ اور مولانا حاجی غیاث الانام رکن مجلس شوریٰ پر
اس سفر میں ہم نے سبق آموز واقعات دیکھے۔ سب سے اہم سبق ہمیں یہ ملا
مدارس نے نصاب تعلیم میں جدت پسندی سے متاثر ہو کر کچھ انفرادیت اپنائی ہے۔
انجام کیا رہا ہے؟ جن مدارس عربیہ میں عصری علوم پڑھانے کی ضرورت کا احساس
کچھ کلاسیں شروع کی ہیں ان کے دینی علوم کے حصول پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟
تشخص وضع قطع کیا رہا؟ ہم نے یہی محسوس کیا کہ ان اداروں میں عصری علوم
اجراء کا سبب مغربی تہذیب سے متاثر ہونا ہے۔ معاشرہ میں ان حضرات نے علماء
کمزوری دیکھی کہ یہ حضرات یورپی تہذیب سے دوری کی وجہ سے ترقی کا قدم نہیں
سکتے ہیں۔ اگر علماء معاشرہ میں ان سے گھل مل کر بیٹھیں تو یقیناً ان کی مشکلات
سکتی ہیں۔ بدقسمتی سے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان اداروں نے علماء و طلباء کے وضع
لباس و پوشاک اور نشست و برخاست کو دقیانوسی سمجھکر ہر ایک چیز میں جدت پسند
سوچا چنانچہ ہم نے ان کی یہ حالت دیکھی کہ ادارہ کو مدرسہ یا دینی ادارہ کہنا ان کو
نہیں تھا نصاب تعلیم میں اسلامیات برائے نام رہ کر تمام نصاب عصری علوم پر حاوی
طلباء کی شکل و صورت سے کہیں یہ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ کہ کیا یہ اصحاب صف
وارث ہیں؟ یا کہیں انگلش میڈیم کے تہذیب یافتہ طلباء ہیں۔ بولنے اٹھنے بیٹھنے

انگریزی کا استعمال فخر سے کرتے یوں دکھائی دے رہے تھے۔ وہ کہ ترقی کے مدارج طے کر کے اوج ثریا تک پہنچ گئے۔ ہمیں یہ اندازہ ہوا کہ یہاں تبدیلی کے لئے جو سبب اور ترک اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں غلط فہمی کے شکار سے یہ حضرات محفوظ نہ رہے۔
ان حضرات نے مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر جدت پسندی کا قدم اٹھایا جس نے اسلامی تشخص کا ستیا ناس کر دیا حالانکہ ہماری مشکلات صرف عصری تقاضوں کے احساس تک محدود ہیں۔ اگر نصاب تعلیم میں عصری ضروریات کی آگاہی کے لئے عصری زبان کو ضرورت کی حد تک اختیار کیا جائے تو اس سے ہم مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوتا کہ ہماری تمام تر توجہ درس نظامی کے نصاب پر مرکوز رہے۔ کیونکہ اس کے بغیر علمی رسوخ کا پیدا ہونا مشکل ہے اور اس کے ساتھ عصری علوم کو ضرورت کے درجہ میں جگہ دیں۔
لیکن اس سفر کے دوران ہمیں یہ احساس ہوا کہ اس میدان میں تعلیم کے ساتھ تربیت پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ بعید نہیں کہ ایک دینی ادارہ کا طالب علم جس پر قوم سے دین کے نام پر اکھٹا کیا ہوا مال خرچ ہوا ہے جب کامیابی سے ہمکنار ہو تو وہ اپنی ان صلاحیتوں کو دنیا کی منڈی میں نیلام کر کے چند ٹکے اس کی قیمت لگائے۔ اگر تربیت ہو تو انگریزی سیکھنا بھی یہ اپنے لئے ثواب کا ذریعہ سمجھکر محنت کریگا۔ جہاں کہیں تربیت نہ ہو اور احساس ذمہ داری مفقود ہو تو وہاں پر عصری علوم کو جگہ دینا حکومت کے ساتھ تعاون کر کے محض سکول یا کالج کے لئے بنی بنائی عمارت مہیا کرنے کے مترادف ہے۔ ایسی صورت میں کسی جدت پسندی کے قدم لینے کے بجائے مساجد کے لئے صرف ائمہ تیار کرنا ہی بڑا جہاد ہے۔
بعض درد دل رکھنے والے حضرات سے جب اس موضوع پر مباحثہ ہوا تو ایک تجویز یہ سامنے آئی۔ کہ درس نظامی کے نصاب سے عصری علوم کا نصاب خلط کر کے رکھنا مناسب نہیں اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہنا مشکل ہے۔ اس کے بجائے اگر درس نظامی کے فضلاء میں ذی استعداد طلباء کا انتخاب کر کے ان کی صلاحیتوں کی آب یاری ہو تو اس کے اچھے نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔ بحمد اللہ پہلے سے جامعہ عثمانیہ میں "تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء" کے درجہ میں معاشیات قانون'

Scanned with CamScanner

سیاسیات، اور اصول تحقیق جیسے جدید مباحث کو داخل نصاب کر کے اپنے
رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کے لئے اس شعبہ کا دورانیہ دو سال سے
بڑھا کر مزید مضامین کے اضافہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ کمپیوٹر
درجہ تخصص کے طلباء کے لئے کم از کم ضروری ہے تاکہ تحقیق کے میدان میں
کر کے دکھائیں اور دین کی خدمت کے لئے رجال کار کی فراہمی میں اپنی
صلاحیتوں کا مشاہدہ کرا سکیں۔

والسلام

[illegible]

۱۹/۳/۱۹۹۸ء

اعلان

ملک خداداد میں سال ۱۹۹۷ء گولڈن جوبلی کے طور پر منانے کی مناسبت
سے ادارہ کی خواہش ہے کہ قیام پاکستان میں علماء کرام کے کردار سے عوام کو
روشناس کرلیا جائے کہ اس ملک کے قیام میں علماء کرام نے کیا قربانیاں دی ہیں
اور متعصب قلم نگاروں نے علماء کی قربانیوں سے چشم پوشی کر کے مخلوق خدا کو
ان کے کارناموں سے اندھیرے میں کیوں رکھا ہے؟ پورے ملک کے علماء کرام
کے کارناموں کا تذکرہ شاید گراں ہو اس لئے ادارہ اس موقعہ پر اپنی سرگرمیاں
علماء سرحد کے کارناموں کے تذکرہ تک محدود رکھتا ہے۔
امید ہے کہ اس موضوع پر معلومات رکھنے والے حضرات ہمارے ساتھ تعاون
فرما کر قیمتی مضامین بھیجنے میں دیر نہیں کریں گے۔

ادارہ العصر

کتاب الافتاء
مفتی غلام الرحمٰن

دعوت و تبلیغ میں خواتین کی جماعتوں کی تشکیل

صبح کی سنت کا اہتمام، زکوٰۃ کی ادائیگی میں مالک کی نیت کافی ہے

مروجہ دعوت و تبلیغ میں مردوں کی طرح مستورات کی جماعتوں کی تشکیل ہوتی ہے جس میں خاص شرائط کی رعایت کو مدنظر رکھتے ہوئے خواتین کی جماعت کے ساتھ ان کے محارم کی جماعت بھی بنا کر بھیجی جاتی ہے۔ جیسا کہ مردوں کی جماعتیں محلّہ کی مساجد میں کام کرتی ہیں۔ ایسا ہی مستورات محلّہ میں کسی ایک با اعتماد گھر میں محلّہ کی خواتین کو جمع کرکے ان کو دعوت دیتی ہیں کیا خواتین کی جماعتوں کی یہ تشکیل شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے یا نہیں۔

المستفتی حافظ شوکت علی مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
و مسکین احمد بونیر ضلع سوات

الجواب و باللہ التوفیق:۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دعوت و تبلیغ کا مروجہ طریقہ اصلاح نفس کا ایک بہترین طریقہ ہے اس کے ذریعہ مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضرت رسول ﷺ کی سنت سے آگاہی کا ایک حسین جذبہ پیدا ہوتا ہے جس پر عمل کرکے مسلمان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے زندگی گزار کر ایک پرسکون معاشرہ کی تشکیل کا ذریعہ بنتا ہے۔ پھر اسلامی اخوت کا دعویدار ہو کر یہ اصلاح اپنی ذات تک محدود رکھنے کے بجائے پوری انسانیت کی ہدایت کا فکر لے کر ہمہ وقت اس کے لئے کوشاں رہتا ہے اس راہ میں جان و مال اور وقت کی قربانی سعادت سمجھ کر دین کے کام میں مشغولیت زندگی کا گراں قدر سرمایہ سمجھتا ہے۔ اصلاح نفس یا امت محمد ﷺ کی اصلاح کی

فکر مندی صرف مردوں کا فریضہ نہیں بلکہ مردوں کی طرح عورتیں بھی اس میں پوری طرح شریک ہیں۔ چنانچہ حضرت رسول ﷺ کی زندگی میں آپ کی محفل میں مردوں کی طرح عورتیں بھی حاضر ہوتیں اور جہاں کہیں مشترکہ طور پر عورتیں کچھ استفادہ نہ کر سکیں تو حضرت رسول اللہ ﷺ ان کو مستقل وقت دے کر ان کو اللہ تعالیٰ کے دین کے احکام سکھاتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان روایات سے ایک مسئلہ مستنبط کرکے فرماتے ہیں۔

"باب هل يجعل للنساء يوما علحدة في العلم"

یعنی مستورات کو دین سکھانے کے لئے مستقل وقت دینا جائز ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں متعدد واقعات پائی جاتی ہیں کہ مستورات نے دربار نبوی ﷺ سے فیض یاب ہو کر دوسری عورتوں کو احکام پہنچا کر ان کی زندگی سنواریں۔

حضرت عائشہؓ کی پوری زندگی اس کے لئے وقف تھی۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مستورات کے مسائل پوچھنے کے لئے عموماً آپ ہی واسطہ ہوتی آپ خود سمجھاتیں اور جب رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمودہ تک خواتین اسلام کا ذہن نہ پہنچتا تو حضرت عائشہؓ خود ان کو اس کی تشریح فرماتی اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد تو آپ نے مستقل علمی حلقہ قائم کرکے دین کی خدمت کی۔ آپ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی کئی پاک دامن اور نیک سیرت خواتین نے دین کی خدمت کی۔ اسماء الرجال کی کتابوں کی طرف مراجعہ کرنے میں اس کے لئے کئی مثالیں ملتی ہیں۔ گویا اسلام کی تبلیغ میں مردوں کی طرح خواتین کا کردار بھی نمایاں رہا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ مسلمان مرد اور عورت دونوں کی ذمہ داریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و المومنون و المومنات بعضهم
اولياء بعض يا مرون بالمعروف و
ينهون عن المنكر و يقيمون الصلوة
ويوتون الزكوة و يطيعون الله و رسوله

اولئک سیرحمھم اللّٰہ ان اللّٰہ عزیز حکیم

سورۃ التوبہ / ۷۱

ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مدد گار ہیں ۔ سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکواۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے،وہی لوگ ہیں جن پر رحم کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصلاح نفس کے علاوہ دعوت الی اللہ خواتین و حضرات کی مشترکہ ذمہ داری ہے ۔

موجودہ دور کے نازک حالات کسی سے مخفی نہیں کہ دشمنان اسلام کی تمام تر محنتیں خواتین کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچتی ہیں ۔ بے حیائی اور بے دینی کی ترویج اور شیطانی محنت کے لئے آج صنف نازک کو بہت زیادہ استعمال کیا جا رہا ہے ۔ " حبائل الشیطان " ہونے کی وجہ سے آج یورپ کی اسلام دشمنی محنتوں کے لئے خواتین ہی سب سے اہم آلہ کار ہے ۔ ان کے مقابلہ میں آج خواتین اسلام اور نیک سیرت خواتین کے ذریعہ اس بے دینی کی یلغار روکنے کی ضرورت چنداں زیادہ ہے ۔ علمی انحطاط اور دین سے لاپرواہی کی وجہ سے مرد حضرات اپنی خواتین یعنی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کو دین کے احکام نہیں سکھاتے ہیں ۔ غیر مردوں سے استفادہ کے لئے پردہ اور دوسرے کئی معاشرتی مسائل رکاوٹ بن جاتے ہیں ۔ اگر عورتوں کو دین کے کام کرنے سے روکا جائے تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ بے حیائی کے سیلاب روکنے کے لئے ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ۔ یوں وی سی آر، ڈش انٹینا کے ذریعہ بے حیائی پھیلتی جائے گی اور انسداد کا کوئی سنجیدہ قابل عمل طریقہ نظر نہیں آئے گا ۔ اس لئے اس میدان میں آج خواتین کی ذمہ داریاں مردوں سے کئی درجے زیادہ ہیں کہ وہ حالات کی نزاکت کا احساس کرکے اللہ تعالیٰ کے مقدس دین کی خدمت کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے بروئے کار لائیں ۔ بحمد اللہ مستورات کی تشکیل کے اچھے اثرات سامنے آئے ہیں ۔

Scanned with CamScanner

ایک خاتون جب اپنے محرم کی سرپرستی میں صرف تین دن لگاتی ہے تو پورے گھر کا ...
بدل جاتا ہے۔ مرد کے ذریعہ جو تبدیلی سالوں میں متوقع ہو۔ وہ خواتین کے ذریعہ
مہینوں میں نہیں بلکہ ہفتوں میں معرض وجود میں آتی ہے۔ خواتین کی جماعتوں کی تشکیل
پر بنیادی اعتراض سفر پر ہوتا ہے کہ ایک عورت کے لئے تین دن یا پندرہ دن یا غیر ملکی
تشکیل میں مہینوں کے لئے جانا کہاں تک جائز ہے؟

میرے خیال میں یہ اعتراض تجاہل عارفانہ کی دلیل ہے۔ عورت کے لئے اگر ...
محرم کے علاوہ سفر کرنا معصیت کا موجب ہے۔ لیکن خاوند کی رفاقت میں عورت پر سفر
کرنے میں کوئی پابندی نہیں۔

چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ لا یحل لا مراۃ تومن
باللہ والیوم الاخر ان تسافر سفر ایکون ثلاثہ ایام فصاعداً الا و
معھا ابوھا او اخوھا او زوجھا او ابنھا او ذو محرم منھا۔
(ترمذی ابواب الرضاع)

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فر...
ایک ایسی عورت جس کا اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان ہو۔ (یعنی مومنہ ہو) کے
لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زائد مدت کے اندازہ پر سفر کرے الایہ کہ ا...
کے ساتھ باپ، بھائی، خاوند بیٹا اور کوئی محرم ہو۔

اس روایت کی رو سے محرم کی موجودگی میں عورت کے لئے سفر پر جانے میں کوئی
حرج نہیں۔ پھر روایات سے خصوصی طور پر بھی ثابت ہے کہ مستورات نے محرم کی
معیت میں دین کے لئے دور دور تک سفر کیا ہے۔

" حدیث الافک " حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت رسول
اللہ ﷺ جب کبھی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے ساتھ رفاقت کے تعین کے لئے
ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جس کا قرعہ نکل جاتا وہی سفر میں حضرت
رسول اللہ کے ساتھ ہوتی۔ چنانچہ اس موقع پر قرعہ میرے نام نکل آیا۔

یہ الگ بات ہے کہ دوران سفر احتیاطی تدابیر سے غفلت یا احکام خداوندی کی پرواہ

Scanned with CamScanner

کرنے سے کئی مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں ۔ لیکن یہ کہیں سفریا دین کے لئے کسی محنت کی وجہ سے نہیں بلکہ غیر محتاط رویہ اپنانے سے ہو سکتے ہیں ۔ لیکن ایسے احتمال مفاسد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دین سے مستورات کو محروم رکھنا دانش مندی نہیں ایسے ممکنہ اور محتملہ مفاسد کی وجہ سے اگر دین کے لئے مستورات کو سفر کی اجازت نہ ہو تو پھر اس کا احتمال سفرحج میں بھی ہوسکتا ہے ۔

کیا کسی حج کے سفر میں ایک آدھ بے احتیاط واقعہ رونما ہونے کی وجہ سے کوئی ذی شعور اور ذی عقل شخص عورتوں کا حج کے لئے سفر کرنے پر پابندی عائد کرسکتا ہے؟ کبھی نہیں۔

بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ بے احتیاط رویہ کا تدارک ہو ۔

بحمد اللہ مستورات کی جماعتوں کی تشکیل میں محارم کی موجودگی' پردہ کی رعایت' باہمی اختلاط سے حد درجہ پرہیز اور ہر ایک صنف کے لئے الگ الگ مقامات پر محنت کرنے کے اہتمام کی برکت سے تاحال کوئی ایسا بے احتیاط واقعہ رونما نہیں ہوا جس کی وجہ سے اس کام کی مخالفت ہو بلکہ محنت کی برکات اور ثمر آور نتائج مشاہدہ میں آئے ہیں ۔جن کا تقاضا ہے ۔

کہ اس میدان میں محنت پر مزید توجہ دی جائے ۔ تاکہ بنات آدم دین سمجھنے میں قاصر نہ رہیں اور کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں خاوند اور باپ پر مقدمہ دائر نہ کرسکیں ۔ خاوند اپنی منکوحہ کو احکام الٰہی کا سکھانا اپنا فریضہ سمجھ کر توجہ دے ۔

سوال :۔

صبح کی نماز با جماعت کھڑی ہو اور الگ نماز یعنی سنت کے لئے کوئی جگہ نہ ہو ۔ تو سنت پڑھنے کا کیا حکم ہے ۔ بسا اوقات مسجد میں اس بارے میں کوئی احتیاط نہیں کیا جاتا ہے ۔ امام قعدہ میں بیٹھے ہوئے لوگ آکر سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوتے ہیں ۔ جس سے کبھی جماعت بھی فوت ہو جاتی ہے ۔

مستفتی مسکین احمد بونیر

الجواب و باللہ التوفیق :۔

صبح کی سنت کا حدیث میں اہمیت بیان ہوئی ہے ۔ اس لئے فجر کی نماز قائم ہونے

کے بعد اگر امام کے ساتھ تشہد ملنے کی امید ہو تو سنت پڑھ لے۔ جہاں تک
مقام جماعت سے علیحدہ ہو کر پڑھے مسجد سے باہر کوئی جگہ نہ ہو تو کسی دیوار یا ستون
جانب میں پڑھے صف کے پیچھے بلا حائل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے البتہ مسجد کے دو حصے ہوں
تو دوسرے حصہ میں پڑھنے کی گنجائش ہے۔

کما قال علاؤ الدین الخصکفی فی تنویر الابصار
(و اذا خاف فوت) رکعتیٔ الفجر لا شتغا لھا بسنتھا ترکھا
لکون الجماعة اکمل (والا) بان رجا ادراک رکعة فی ظاہر
المذہب و قیل التشھد و اعتمدہ المصنف ۔ (لا) یترکھا بل
یصلیھا عند باب المسجد ان وجد مکانا" والا ترکھا لان ترک
المکروہ مقدم علی فعل السنة و قال فی العنایة لانہ لو صلاھا فی
المسجد کان متنفلافیہ عند اشتغال الامام بالفریضہ و ھو
مکروہ فان لم یکن علی باب المسجد موضع للصلوۃ یصلیھا
فی المسجد خلف ساریة من سواری المسجد و اشدھا کراھہ ان
یصلیھا مخالطا" للصف مخالفا" للجماعہ و الذی یلی ذلک
خلف الصف من غیر حائل۔

الرد المختار علی الدر المختار ج ۲، ۵۷

سوال:۔

اگر کوئی رشتہ دار ایسا ہو کہ وہ زکوۃ کا مصرف ہو یعنی غریب اور مفلس ہو لیکن
اس کو اگر یہ کہا جائے کہ یہ زکوۃ کی رقم قبول کریں تو وہ حیاء کی وجہ سے زکوۃ لینے کے
لئے تیار نہیں ہوتا ہے۔ کیا اس کو زکوۃ کی تصریح کئے ہوئے بغیر دینے سے زکواۃ ادا
ہوتی ہے یا نہیں۔

مستفتی مسکین احمد بونیر

الجواب و باللہ التوفیق:۔

اجانب کی نسبت سے اقارب میں زکوۃ دینا زیادہ افضل ہے۔ جب رشتہ دار زکوۃ
کا مصرف ہو تو زکوۃ دیتے وقت اس کی تصریح ضروری نہیں۔ اس میں بنیادی طور پر

Scanned with CamScanner

زکوۃ دینے والے کی نیت کو اعتبار ہوتا ہے ۔ اس لئے زکوۃ دیتے وقت مالک کی نیت کافی ہے

کماقاله فی الدر المختار :-

بل فی الظهیریه لا تقبل صدقه الرجل و قرابه محاویج

حتی یبدابھم فسید حاجتھم - الدر المختار علی الدر المختار ج ۲ ۳۵۳

وکما قال فی الدر المختار :-

(قوله و لذا) ای لکون المعتبر نیة الآمر -

الدر المختار علی الدر المختار ج ۲ / ۲۲۹

Scanned with CamScanner

اختلاف فقہا کے اسباب

مولانا محمد تقی

اختلاف فقہاء کے مختصر اسباب بیان کئے جاتے ہیں جن سے مسائل کے استنباط
فقہ کے دامن کو وسیع کرنے میں مدد ملتی ہے بڑی حد تک یہ اختلاف دو سبب پر
ہے۔

(1) صحابہ و تابعین کا اختلاف اور۔

(2) حالات و تقاضا کا اختلاف، ہر ایک کی تفصیل یہ ہے:۔

(1) صحابہ کرامؓ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی زندگی تھی، قرآن حکیم کے تشریحی و توضیحی نوٹ تھے۔ آپ کی عبادتیں، فتویٰ، فیصلے وغیرہ محفوظ تھے۔ یہ حضرات موقع و محل کی مناسبت اور قرآن کی دلالت سے ہر فعل اور حکم کا محل متعین کرکے اس پر عمل کرتے تھے اور انہیں کوئی دشواری نہ پیش آتی تھی۔

(2) جب صحابہؓ کو مختلف مقامات پر تمدنی زندگی کے نئے نئے حالات و مسائل سے سابقہ پڑااور جو کچھ ان کے ذخیرہ میں موود و محفوظ تھا اس کا دامن ان حالات و مسائل کو سمیٹنے کے لئے ایک حد تک ناکافی ثابت ہوا تو انہوں نے اپنی رائے سے اجتہاد کرنا شروع کیا اور رعلت دریافت کرکے اس کے ذریعہ مسائل کا استنباط کرکے ضرورتوں کو پورا فرمایا، اس طرح نظام تشریعی کو الٰہی حکمت کے موافق بنایا۔

صحابہ کے عمل کی تفصیل

علت دریافت کرنے اور اجتہاد کے مطابق حکم دینے کے بعد چند صورتیں پیدا ہوئیں :-

(الف) ایک صحابی نے اجتہاد سے کوئی حکم صادر فرمایا لیکن دوسرے اصحاب کے پاس صحیح حدیث موجود تھی اور اس میں اجتہادی حکم کے خلاف تھا تو صحابی نے حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنے سابق حکم سے رجوع فرما لیا۔

(ب) اجتہادی حکم کے خلاف پہلی جیسی صحیح حدیث تو نہ دریافت ہو سکی لیکن اجتہاد کے مقابلہ میں وہ حدیث زیادہ قوی ثابت ہوئی تو ایسی صورت میں بھی حدیث پر عمل کیا اور اجتہادی حکم چھوڑ دیا۔

(ج) اجتہادی حکم کے خلاف ایسی حدیث نہ دریافت ہوئی کہ جس سے قلب کو اطمینان حاصل ہوتا اور سابق رائے کے خلاف تقویت پہنچتی تو اجتہادی حکم ہی کو باقی رکھا اور حدیث پر عمل نہ کیا۔

(د) حدیث کے موجود ہوتے ہوئے بھی بعض اصحاب تک وہ نہ پہنچ سکی اور اس کے خلاف لاعلمی کی حالت میں اپنے اجتہاد سے حکم صادر فرمایا اور اسی پر وہ قائم رہے رائے اور اجتہاد سے حکم دینے کے بعد اختلاف کی مذکورہ چار صورتیں پیدا ہوئی تھیں۔ دو میں سابق حکم سے رجوع نہیں کیا گیا۔ یا تو حدیث کی عدم صحت کی وجہ سے اور یا حدیث نہ پہنچنے کی وجہ سے، یہ دونوں صورتیں بعد میں اختلاف کا سبب قرار پائیں۔

(2) موقع و محل کی مناسبت سے بعض اصحاب نے رسول اللہؐ کے فعل کو قانونی حیثیت دی اور بعض نے اختیاری حیثیت میں رکھا۔ بعض نے ہر فعل کو ہر حال میں ثابت و برقرار رکھا اور بعض نے حالت و تقاضا پر محمول کر کے اس کی مدت متعین کی۔ یہ فرق بھی آگے چل کر بعض مسائل میں اختلاف کا سبب بنا۔

(3) رسول اللہؐ کے فعل کو دیکھ کر بعض صحابہؓ نے کسی صورت پر محمول کیا اور بعض نے کسی پر اور وہ فعل دونوں کا احتمال رکھتا تھا مثلاً" حج کے افعال دیکھ کر کسی نے سمجھا کہ رسول اللہؐ قارن (حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کرنے والے) تھے اور کسی نے متمتع (پہلے عمرہ اور پھر حج کرنے والے) سمجھا اور کسی نے مفرد جانا۔

(4) موقع اور محل کی تعین میں بعض اصحاب سے سہوا اور نسیان ہو گیا اور خلاف حکم دے دیا۔

(5) اصل موقع و محل تک رسائی نہ ہو سکی جس کی بنا پر احکام کی توجیہ میں اختلاف ہوا۔

(6) حکم کی علت میں اختلاف ہوا۔ کسی نے اس کی کوئی علت نکالی اور کسی نے کوئی علت قرار دی اور پھر بعد میں اس سے استنباط میں اختلاف رونما ہوا۔

Scanned with CamScanner

(7) دو مختلف حدیثوں کے موقع و محل کی تعین میں اختلاف ہوا۔ کسی نے ضرورت محمول کیا اور کسی نے عمومی حکم ثابت کیا جس سے بعض مسائل میں اختلاف کی شکل پیدا ہوئی۔

تابعین کے عمل کی تفصیل

صحابہ کے بعد تابعین کا زمانہ آیا اور انہوں نے رسول اللہؐ کی سنت کے ساتھ ساتھ صحابہؓ کے مختلف اقوال اور مختلف توجیہات و تعبیرات کو محفوظ کیا اور نئے حالات و مسائل کے استنباط میں رسول اللہؐ اور صحابہؓ دونوں کو اپنا رہبر بنایا اور دونوں کی عطا کی ہوئی روشنی سے استفادہ کیا۔

ظاہر ہے کہ اختلاف صحابہؓ میں موجود تھا۔ ہر تابعی کو یہ سہولت نہ حاصل تھی کہ تمام صحابہؓ کے مختلف اقوال جمع کر کے ان میں باہمی تطبیق و ترجیح کی صورت نکالتا۔ پھر بھی ان حضرات نے جہاں تک ان کے بس میں تھا مختلف اقوال جمع کئے گئے اور ان میں بعض کو بعض پر قوی دلیل کی بنا پر ترجیح دی۔ جو اقوال کمزور نظر آئے انہیں چھوڑ دینے کی ترغیب کی اگرچہ ان میں بعض ایسے بھی تھے جو کسی جلیل القدر صحابی سے مروی تھے۔ علم و تحقیق کی دنیا اور ہے اور جذبات کی دنیا بالکل دوسری ہے۔ ان بزرگوں نے علم و تحقیق کے معیار پر پہلے جانچا اور پرکھا اطاعت و محبت کے جذبہ سے سرشار ہونے کے باوجود رد اور قبول کے معاملہ میں کسی قسم کی رو رعایت نہ کی۔

صحابہؓ کے بعد یہی حضرات ایسے تھے جو مختلف مقامات میں لوگوں کی توجہات کا مرکز بن سکتے تھے۔ چنانچہ جہاں جہاں یہ لوگ موجود رہے وہاں کے لوگوں کے مرکز قرار پائے کسی کی زیادہ شہرت ہوئی تو دور دراز سے سفر کر کے ان سے استفادہ کے لئے لوگ آتے رہے ان کے پاس رسول اللہؐ کی احادیث تھیں، صحابہؓ کی زندگی تھی۔ ان کے اقوال، فتاویٰ، فیصلے اور ترجیح کی صورتیں وغیرہ سب تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ نئے حالات و مسائل بھی تھے۔ جن میں ان حضرات کی مستقل رائیں تھیں۔ اجتہاد و استنباط کے مختلف طریقے اور مختلف زاویہ نگاہ تھے۔۔ **تشنگان** علم و عمل نے تمام چیزوں سے استفادہ

تیا اور پھر یہ استفادہ کرنے والے اپنی اپنی جگہ کے مستقل مرکز بنے اور فقہ کی ترتیب و تدوین کا کام انجام دیا۔ صحابہؓ نے بھی ترتیب و تدوین کے سلسلہ میں کوششیں کی تھیں۔ ان میں سے بعض کی تالیفات اور نوٹس موجود تھے' ان حضرات نے ان سب سے فائدہ اٹھایا۔

ترتیب و تدوین کے وقت فقہاء کے پیش نظر چند چیزیں

درج ذیل چیزیں تھیں جو فقہ کی ترتیب و تدوین میں کام آئیں:

(1) قرآن حکیم (2) سنت رسول (3) صحابہ کے اقوال (4) صحابہ کے اختلافی مسائل (5) تابعین کی رائیں (6) تابعین کے اختلافی مسائل (7) حالات و تقاضا (8) حالات و تقاضا کا اختلاف۔

طریق کار یہ تھا کہ قرآن سنت کا محل و مقام متعین کرنے میں صحابہؓ کے اقوال کو ترجیح دیتے تھے پھر تابعین کی طرف رجوع کرتے تھے' اگر فیصلہ کن بات نہ سمجھ میں آتی اور اختلاف میں ترجیحی صورت نہ نکل سکتی تو اپنے شیوخ (اساتذہ) اور قریب کے دیگر علماء کے اقوال کو ترجیح دے کر مسائل کا استنباط کرتے تھے۔ اس طریق کار میں اتفاق کے باوجود اختلاف کی یہ صورتیں تھیں:

صحابہ کے اختلاف پر مبنی چند صورتیں

(1) معانی کے سمجھنے میں صحابہؓ کا اختلاف جیسے لفظ قرء کو کسی نے ایک معنی میں لیا اور کسی نے دوسرے معنی میں لیا۔

(2) قرآن و سنت کے موقع و محل کے تعین میں صحابہؓ کا اختلاف

(3) سنت کو قانونی حیثیت دینے اور قبول کرنے کے شرائط میں اختلاف

(4) صحابہؓ کے مختلف اقوال کا مختلف تابعین کے ذریعہ پہنچنا اور اپنی اپنی معلومات کی بنا پر ترجیحی صورت قائم کرنا کسی کے نزدیک ترجیح کی صورت تھی اور کسی کے نزدیک دوسری تھی۔

(5) اپنے اپنے شیوخ اور قریب کے لوگوں سے استفادہ اور ان کی رایوں کو ترجیح
(6) اختلافی امور میں اپنے اپنے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنا۔
(7) ایسی حدیث کی دریافت جو تابعین سے انہیں نہ پہنچی تھی۔ ایسی صورت میں حدیث کو ترجیح دینا اور تابعین کے اقوال کو رد کر دینا پھر کسی کو یہ حدیث پہنچی اور کسی کو نہ پہنچی۔
(8) ایک حدیث کسی کو ایسے ذریعہ سے پہنچی جو اس کے نزدیک قابل اعتبار تھا اور دوسرے کو اس ذریعہ سے نہ پہنچی۔ اس بنا پر ایک نے قبول کیا اور دوسرے نے قبول نہ کیا۔
(9) بعض حدیث کے مقابلہ میں صحابہؓ کے اقوال کی طرف رجوع کرنا اور کسی نے حدیث پر عمل کرنا اور کسی کا اقوال پر عمل کرنا۔
(10) خود صحابہؓ کے اقوال و افعال میں مقام و محل کی تعین میں اختلاف۔
(11) تابعین کے اقوال و افعال میں بھی مذکورہ قسم کا اختلاف۔

حالات و تقاضا پر مبنی اختلاف کی چند صورتیں

(2) یہ صورتیں تو صحابہؓ و تابعین کے اختلاف پر مبنی تھیں، حالات و تقاضا پر مبنی یہ صورتیں تھیں :-
(1) حکم کی علت میں اختلاف =- اس کی ایک صورت صحابہ کے اختلاف پر مبنی تھی اور دوسری صورت حالات و تقاضا پر مبنی تھی۔
(2) نئے حالات و مسائل کا حل دریافت کرنے کے لئے مختلف اصول وضع کرنا اور مقررہ اصول کے تحت ان کا حل دریافت کرنا کسی نے اس کے لئے کوئی اصول وضع کیا اور کسی نے دوسرے اصول سے کام لیا۔
(3) حالات و ضرورت کی نوعیت و کیفیت میں اختلاف اور انہیں کسی اصول کے تحت لانے اور نہ لانے کے طریقہ میں اختلاف۔
(4) استدلال و استنباط کے طریقوں میں اختلاف۔

(5) ماقبل کی شریعت
کہیں کسی شریعت کے بقایا احکام موجود تھے اور کہیں کسی کے ان کے آپس میں اختلاف تھا۔
(6) عرف و رواج کا اختلاف۔ (7) ملکی قانون کا اختلاف۔

غرض یہ وجوہات تھے جن کی بنا پر مختلف فقہاء کے مختلف مذاہب قائم ہوئے بعض کے کم ہوگئے، بعض کی رفتار ترقی سست رہی اور بعض کو زیادہ ترقی حاصل ہوئی۔ اسی طرح بعض فقہا کو عملی ضروریات سے زیادہ سابقہ پڑا۔ بعض کو کم اور بعض کو نہایت کم۔ اگر عمومی حیثیت سے ان حضرات کو قانون کی عملی ضروریات سے براہ راست سابقہ پڑتا تو یقیناً" مجموعی فقہ میں وسعت اس سے زیادہ ہوتی جو اس وقت ہے جیسا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ وغیرہ کی کتاب الخراج وغیرہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ فقہا متقدمین میں جتنی وسعت ملتی ہے بعد کے لوگوں میں مختلف اسباب کی بنا پر وہ وسعت بھی ناپید ہے۔

محدثین اور فقہا دو مقابل گروہ نہ تھے

آخر میں محدثین اور فقہاء کے نوعیت کار میں فرق کو بھی سمجھ لینا چاہئے تاکہ مذکورہ اختلاف کے سمجھنے میں سہولت ہو۔ دراصل یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے مقابل اور مخالف نہ تھے بلکہ کام کی نوعیت میں فرق تھا۔ ایک کا مرکز توجہ فقہ کی ترتیب و تدوین کا کام تھا اور دوسرے کا کام حدیث کی ترتیب و تدوین تھا۔ اس بنا پر لازمی طور سے احکام و مسائل کی دریافت میں ایک حد تک فرق رونما ہوگا لیکن کوئی فقیہہ ایسا نہیں جو صحیح حدیث کی موجودگی اور اس تک صحت کے ساتھ پہنچنے کی صورت میں وہ اپنی رائے اور اجتہاد کو ترجیح دے۔ اسی طرح کوئی محدث ایسا نہیں جو حالات و ضرورت کی بنا پر احکام و مسائل کا حل نہ دریافت کرے، البتہ فقہ اپنے مقررہ اصول و ضوابط کے تحت مسئلہ کا حل تلاش کرے گا اور محدث اوپر کی کسی سند و حدیث کے تحت اس کا جواب دے گا۔ محدث کے سامنے چونکہ دوسری راہیں ایک حد تک مسدود ہیں اس بنا پر

روایتوں کے قبول کرنے میں وہ لازمی طور پر فراخ حوصلہ ہوگا اور تیر
دوسری راہیں بھی ہیں اس لئے روایتوں کو زیادہ جانچ پرکھ کر قبول کرے گا۔

محدثین کا طریقہ

اس کے علاوہ دونوں کے مزاج اور طبیعت میں بھی اختلاف ہے، ایک پر روای
غلبہ ہے اور دوسرے پر درایت کا غلبہ ہے، اس کا اثر بھی احوال و مسائل کی
میں رونما ہوگا۔ مثلاً سنت سے مسائل کے استنباط میں محدث اس کی رعایت نہ کر
کہ فقہاء نے اس سے استدلال کیا ہے یا نہیں کیا صحابہؓ کا عمل ثابت ہے یا نہیں
ہے۔ غرض حدیث کی موجودگی میں محدث کسی صحابی کے قول اور کسی مجتہد کے اج
طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہ سمجھے گا۔ ہاں اگر حدیث انتہائی تلاش کے باوجود
سکی تو پھر صحابہ و تابعین کے اقوال کی طرف وہ رجوع کرے گا۔ ان میں بھی کسی شہ
کسی طبقہ کی خصوصیت نہ ملحوظ رکھے گا، البتہ اقوال کے اختلاف کی صورت میں اس
قول کو ترجیح دے گا جو زیادہ عالم، زیادہ پرہیز گار، زیادہ یاد رکھنے والا اور زیادہ مشہور ہو

اگر مذکورہ طریقوں میں کسی طرح کام نہ چل سکے گا تو قرآن و سنت کے حک
عمومیت سے اقتضا اور کنایہ کے طریق سے ترجیحی صورت پیدا کرے گا یا نئے مسئ
صورت میں اس کا حل ڈھونڈے گا۔ اس سے بھی کام نہ چلا تو مجبور ہو کر کسی ملتے
مسئلہ پر سرسری نظر ڈال کر ویسا ہی حکم صادر کرے گا لیکن فقہاء کے مقرر کردہ مذ
قیاس کے فقہی قواعد کی پابندی کا لحاظ نہ رکھے گا۔

تدوین حدیث سے ایک بڑے فتنہ کا انسداد ہوا

محدثین کے تدوین حدیث کے کارنامے نے امت کو ایک بڑے فتنہ سے بچایا۔
رائے اور عقل کا دروازہ کھلنے کے بعد پھر اس کو قاعدہ و قانون کا پابند بنانا نہایت مشکل
تھا۔ امت کو اعتدال پر رکھنے کے لئے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ ایک طبقہ ا
پیدا ہوا جو عقل اور رائے کے اعتبار سے کام چل جاتا ہو محدثین نے جس بلند ہمتی او

بقیہ صفحہ ۲۷۱

حسد ایک گناہ بے لذت۔

...اء اللہ یار حسین

...ب انسان کسی کو مال، نعمت اولاد اور تندرستی میں اپنے سے اونچا دیکھتا ہے۔ تو
...ے دل میں دو باتیں پیدا ہو جاتی ہیں ایک یہ کہ وہ اس کی نعمت کا زوال چاہتا ہے۔
...و حسد کہتے ہیں۔ دوسری یہ کہ زوال تو نہیں چاہتا۔ مگر ویسی نعمتیں اپنے لئے بھی
...ہے۔ اس کو غبطہ یا رشک کہتے ہیں۔ پہلی بات حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور
...ری بات حرام نہیں۔

...بت سے گناہوں کا ارتکاب انسان اس لئے کرتا ہے کہ اسے کوئی دنیاوی یا جسمانی
...ت پیش نظر ہوتی ہے مثلاً" شراب پینا ایک گناہ کبیرہ ہے۔ مگر گناہ کے ساتھ اس
...اندر ایک جسمانی فائدہ بھی ہے۔ دولت کمانے کی لالچ میں انسان جوا کھیلتا ہے۔ و
...ہماکبر من نفعھما سے یہ بات واضح ہے۔ اس طرح زنا کے ارتکاب سے
...ان اپنی جنسی پیاس بجھا دیتا ہے۔ مگر بہت سے ایسے گناہوں میں ہم لوگ مبتلا ہیں۔
...ے نہ کوئی معاشی فائدہ ملتا ہے اور نہ جسمانی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ایسے گناہوں کو
...تی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "گناہ بے لذت" میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔
...گناہوں میں ایک گناہ حسد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ولا تتمنوا مافضل اللّٰہ به بعضکم علٰی
...عض للرجال نصیب مما اکتسبو و للنساء نصیب مما اکتسبن
...وں مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو دوسرے پر مردوں کو حصہ ہے اپنی
...ائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے (ترجمہ شیخ الہند)
غلط آرزو کو دل میں رکھنا بھی خدا سے ناراضی اور ناشکری اور دنیا میں ہر وقت
...طراب کا باعث ہوتا ہے۔

...سد کا ضرر۔

بہت سی احادیث مبارکہ میں حسد کی دینی اور دنیوی ضرر بیان کی گئی ہے
میں سے چند ایک کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) حضورؐ نے فرمایا ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کماتاکل النار الحطب حسد سے بچو حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔ (ابو داؤد)

(2) ایک اور حدیث میں حسد کی قباحت اس انداز میں بیان کی گئی ہے۔ لیس منی ذو حسد و نمیمتہ ولا کہانتہ ولا انا منہ حاسد، چغل خور اور کاہن یہ نہ میرے ہیں اور نہ میں ان کا ہوں (زواجر)

(3) ایک اور حدیث میں حضورؐ شفیق المذنبین نے مسلمانوں کو حسد سے منع کیا ہے ولا تحاسدوا ولا تباغضوا آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور نہ بغض رکھو۔

(4) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبار ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دشمن ہیں عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے دوسروں پر حسد کرتے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

(5) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث مبارک میں حسد کی مذمت اور برائی ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ تم سے پہلے امتوں کی بیماریاں تم میں آہستہ آہستہ پہنچ جاویں گی یعنی حسد اور بغض۔ اور وہ مونڈ دینے والی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بال مونڈ دیتی ہے۔ لیکن دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (ترمذی)

(6) ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ چھ قسم کے لوگ چھ باتوں کی وجہ سے قیامت کے دن حساب سے پہلے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ (1) میرے بعد آنے والے حکام ظلم کی وجہ سے (2) عرب لوگ عصبیت کی وجہ سے (3) دہقان لوگ تکبر کی وجہ سے (4) تاجر لوگ خیانت کی وجہ سے (5) دیہاتی لوگ جہالت کی وجہ سے (6) اور اہل علم حسد کی وجہ سے (تنبیہ الغافلین)

(7) امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا میرے بیٹے

Scanned with CamScanner

سے بچو کہ اس کا اثر تیرے اندر پہلے ظاہر ہو گا۔ اور تیرے دشمن کے اندر بعد میں (تنبیہ الغافلین)

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حسد انسان کیلئے دینی اور دنیوی اعتبار سے کس قدر نقصان دہ ہے حسد کی برائی فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اچھے انداز میں بیان کی ہے کہ حسد سے بڑھ کر کوئی چیز مضر نہیں۔ کہ دشمن تک اس کا اثر بد پہنچنے سے پہلے خود حسد کرنے والا پانچ آفتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے (1) مسلسل غم (2) ایسی مصیبت جس پر کوئی اجر نہیں (3) ایسی قابل مذمت حالت جس پر کبھی تحسین نہیں کی جاتی (4) اللہ تعالیٰ حسد کرنے والے پر ناراض ہوتے ہیں۔ (5) توفیق کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

آسمان پر اور زمین پر پہلا گناہ :۔

حسد پہلا گناہ ہے جو آسمان میں کیا گیا اور یہ حسد پہلا گناہ جو زمین پر کیا گیا۔ آسمان میں ابلیس نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا۔ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ مجھے آگ سے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا ہے۔ اور مجھ پر آدم علیہ السلام کو فوقیت دی گئی۔ آدم علیہ السلام سے حسد کی وجہ سے ابلیس مردود ہوا۔ اور زمین پر قابیل نے ہابیل سے حسد کیا۔ اور حسد کی وجہ سے ہابیل کو قتل کر دیا۔

آج اگر ہم اپنے معاشرے کی حالت پر غور کریں تو معاشرے کا ہر فرد بے سکونی اور اضطراب کی حالت میں ہے۔ لوگوں کی دلوں میں ایک ماں باپ سے پیدا ہونے والے بھائیوں کے درمیان دکھ درد کی فضاء مفقود ہے۔ ایک دوسرے کیلئے ہمدردی کا جذبہ نہیں باپ بیٹے کو اور بیٹے کو باپ سے پریشانی ہے۔ ہمسایہ اپنے ہمسایہ کے ہاتھوں تنگ ہے ہمارے معاشرے کی حالت پر نظر دوڑائیں تو ہماری زندگی ایک دوسرے کے ہاتھوں اجیرن بن گئی ہے۔ ان کی اصل سبب حسد ہے۔

امت کی اجتماعی اختلافات کا ذکر ہمیں حضورؐ کے اس ارشاد مبارک میں ملتا ہے۔ بنی اسرائیل میں بہتر (72) دوزخی اور ایک جنتی ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں بعض محدثین نے ایک نکتہ یہ بیان کیا ہے۔ کہ اگر حسد کی لفظ کو ابجد میں دیکھا جائے تو ح 8 اور س 60 اور د 4 ہیں۔ جس کا مجموعہ 72 بنتا ہے۔ لہٰذا یہ بہتر 72 فرقے حسد کی وجہ

سے وجود میں آئیں گے۔

حسد کا علاج :-

حسد ایک قلبی مرض ہے۔ اور اس کا علاج دو طرح سے کیا جا سکتا ہے
علمی اور ایک عملی علاج اس طرح ممکن ہے۔ کہ حاسد کو یہ بات معلوم ہونا چاہیے
اس کا حسد اسے نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس محسود کا (جس کے ساتھ حسد کیا جاتا ہے)
نہیں بگڑتا۔ بلکہ اسے نفع ہے۔ کہ حاسد کی نیکیاں مفت میں اس کے نامہ اعمال
رہی ہے۔ برخلاف حاسد کے کہ اس کے دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی
نقصان یہ ہے کہ اس کے کئے ہوئے نیک اعمال ضائع ہو رہے ہیں۔ اور وہ اللہ کے
کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ دوسروں پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہونا پسند نہیں کرتا۔ اور
نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا رہتا ہے اور اسی فکر میں گھلتا ہے۔
کس طرح محسود کو ذلت و افلاس نصیب ہو۔ حالانکہ محسود کیلئے خوشی کا مقام ہوتا ہے
کیونکہ اسے حاسد کی حسد سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور حسد کرنے والا خسارے میں
ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ حسد سے محسود کو کیا نقصان پہنچا۔ اس کی نعمت میں کسی
کی کمی نہیں آئی۔

حسد کا عملی علاج یہ ہے۔ کہ نفس پر جبر کیا جائے۔ قصداً" اس کی منشاء کے
مخالفت کر کے اس کی ضد پر عمل کیا جائے۔ محسود نے سامنے تواضع کی جائے اس کی
تعریفیں کی جائیں۔ اور خدا نے ان کو جو نعمت دی ہے۔ اس پر خوشی ہونا چاہیے۔ چند
دن بتکلف ایسا کرنے سے حاسد کو محسود کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے گی۔ حسد ختم ہو
جائے گی۔ اور اس رنج و غم سے نجات مل جائے گی۔ جو حسد کی وجہ سے مل رہا تھا۔
یہی قرآن و سنت کا منشاء ہے کیونکہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضورؐ نے مجھے نصیحت
کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ کینہ اور حسد سے سینہ صاف رکھنا میری سنت ہے۔ اور
جس نے میری سنت کو اپنایا۔ اس نے میرے ساتھ محبت کی۔ اور جنت میں میرے ساتھ
ہو گا۔ (تنبیہ الغافلین)

خدا ہم سب کو حسد جیسے بے لذت گناہوں اور دوسرے کبائر سے بچنے کی توفیق
عطا فرماوے (آمین ثم آمین)

ہیروئن کیا ہے؟

ڈاکٹر انعام اللہ گیلانی

ہیروئن ایک ایسا مادہ ہے جو افیون سے حاصل کیا جاتا ہے یہ ایک نہایت نشہ آور (ڈرگ) ہے جس کو استعمال کرنے سے اس کی طلب میں اضافہ بڑھتا جاتا ہے۔ دوسری منشیات کے مقابلہ میں ہیروئن کی مستقل لت پڑ جانے کا خطرہ سو فیصد ہے۔ ہیروئن کا حصول زیادہ تر غیر قانونی طریقہ کار اور ذرائع سے ہوتا ہے یہ پاؤڈر کی شکل میں تیار کی جاتی ہے۔ اس کا رنگ بھورا اور سفید ہوتا ہے پاکستان میں ہیروئن کا استعمال دن بدن بڑھ رہا ہے۔ اس کو مختلف انداز میں استعمال میں لایا جاتا ہے جیسے سگریٹ میں بھر کر پی جاتی ہے۔ اس کو پنی پر رکھ کر اس کا دھواں سانس کے ذریعے اندر لیا جاتا ہے۔ اور بھی کئی طریقے ہیں جن کے ذریعے اس کو جسم کے اندر داخل کیا جاتا ہے اس کا عادی جسم میں درد کی کیفیت میں کمی اور سکون محسوس کرتا ہے اور یہ نہ ملنے پر پورے جسم میں درد اور بے سکونی کی سی کیفیت میں مبتلا ہوتا ہے اس کو استعمال کرنے سے جسم پر کئی مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں میڈیکل ریسرچ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ہیروئن کے پینے میں خون کے دباؤ میں کمی اور سانس کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ مریض یعنی کہ اس کا عادی نیند کی سی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ سمجھ' سوچ بوجھ کی صلاحیت تقریباً" ختم ہو جاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق اس کے استعمال سے معدہ خراب ہو جاتا ہے اور پینے کے بعد غنودگی سی طاری رہتی ہے آنکھوں کی پتلیاں سکڑ جاتی ہیں زیادہ مقدار میں پینے سے انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اس کے استعمال سے اس کا ہڈیوں کا پنجرہ بن جاتا ہے۔ جسم تقریباً" سوکھ جاتا ہے صحت بے حد متاثر ہوتی ہے رنگ جل جاتا ہے چونکہ اس کا عادی یعنی ہیروئن پینے والا صفائی میں عدم دلچسپی کی وجہ سے کسی بھی وقت کسی بھی مہلک بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہیروئن کا استعمال کرنے والا ہر وقت خطرے کے بالکل قریب رہتا ہے ڈرائیونگ کرتے ہوئے آگ کے قریب کام کرتے ہوئے کسی بھی وقت کوئی بھی حادثہ ہو سکتا ہے۔ ہیروئن کا ظالمانہ کاروبار کرنے

Scanned with CamScanner

والے انسانیت کے دشمن کو اس کو بناتے وقت دیگر خطرناک مواد اس میں شامل کرتے ہیں ہیرا اسمونگ پاؤڈر، خواب آور ادویات ٹالکم پاؤڈر اور دیگر مرکبات اس میں ملا کر کے اسے مزید خطرناک بنا دیا جاتا ہے۔ ہیروئن پینے سے اس کا فوری اثر دماغ پر ہوتا ہے اس طرح انسانی جسم پر اس کے فوری اثرات مرتب ہوتے ہیں چار پانچ روز مسلسل تین سگریٹ پینے سے یا کسی بھی دوسرے طریقے سے سانس کے ذریعے جسم میں داخل کرنے انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے اور پھر ہیروئن کی طلب بڑھتی رہتی ہے۔ اور اس کا عادی اس کا کوٹا بڑھاتا رہتا ہے ہیروئن کا عادی اگر اس کا استعمال یک لخت بند کر دے تو پھر وہ سخت جسمانی تکالیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اس طرح معلوم یہ ہوا کہ ہیروئن پینے والا نشہ نہ ملنے کی وجہ سے کس قدر مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے ہیروئن کو یک لخت بند کرنے کے بعد جسم پر اثرات اس بات کی مکمل دلیل ہے کہ مریض ہیروئن کا سخت عادی ہے نشہ نہ ملنے سے مریض کی زندگی کو مزید خطرناک صورت حال سے گزرنا پڑتا ہے۔ مریض بالکل لاغر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ چلنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ مزاج میں چڑچڑاپن، ہر وقت جنگ و جدل پر آمادہ رہتا ہے مگر اس کیفیت میں مبتلا رہنے کے باوجود اگر مریض ہیروئن نہ استعمال کرے تو وہ رفتہ رفتہ اس کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ہیروئن کا عادی اگر اس کو چھوڑ دے تو ابتداء میں اسے گرم اور ٹھنڈے پسینے آتے ہیں۔ بے چین رہتا ہے۔ نیند بالکل نہیں آتی بے سکونی سی محسوس کرتا ہے۔ دست اور قے آنے لگتے ہیں۔ ناک سے پانی بہنے لگتا ہے اور ساتھ ہی پیٹ میں مروڑ اٹھتے ہیں۔ جسم میں درد بلکہ شدید محسوس ہوتا ہے اور جسم میں لرزہ پیدا ہوتا ہے یہ تمام مذکورہ کیفیات ہیروئن ترک کرنے کے فوراً" بعد شروع ہو جاتی ہیں۔ ہیروئن ترک کرنے کے بعد پچاس گھنٹے سے سو گھنٹے کے درمیان جسم پر مذکورہ ایکشن ہوتا ہے، اگر ہفتہ دس دن گزرنے کے بعد مریض رفتہ رفتہ اس اذیت ناک کیفیت سے نجات مل جاتی ہے مگر مکمل صحت یابی کیلئے تھوڑا وقت لگتا ہے ہیروئن قابل علاج ہے اور اس سے نجات بھی پوری طرح ممکن ہے لیکن اس کو چھوڑنے کیلئے مریض از خود مصمم ارادہ اور قوت ارادی کا مستحکم ہونا بے حد ضروری ہے۔ ہیروئن چھوڑنے کے لئے مریض کو ڈاکٹر

Scanned with CamScanner

کی ہر بات اور ایڈوائس پر مکمل طور پر عمل کرنا ہو گا اپنے جذبات' احساسات کو پوری طرح قابو میں رکھنا بے حد ضروری ہے۔ ہیروئن چھوڑنے کے فوراً" بعد مریض کی گھریلو مشاغل کا جائزہ بے حد ضروری ہے۔ اس کی ذاتی پریشانیوں کا ازالہ اور معاشرتی مسائل کا حل فوری طور پر توجہ طلب ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بات از حد ضروری ہے کہ نشہ کرنے کی وجہ سے اسے ملازمت یا گھریلو' معاشرتی سماجی مسائل سے دو چار ہونا پڑا تھا ان کا فوری ازالہ بے حد ضروری ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۰

عالی ظرفی سے تدوین حدیث کے فرائض انجام دیئے تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی بس قدرتی انتظام تھا اور قدرت نے ہی ان حضرات سے کام لیا ان کی جدوجہد کی بدولت بہت سی وہ روایتیں بھی جمع ہو گئیں جو بعض *** تک نہ پہنچتی تھیں یا ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی گئی تھی - ان حضرات میں جو محققین تھے انہوں نے فن روایت کو مستقل فن کی حیثیت دی' اس کے اصول و ضوابط مقرر کئے' حدیث کے جانچنے کے طریقے وضع کئے' حدیث کے درجے اور مراتب قائم کئے' یہ ساری بحثیں نہایت شاندار اور نفیس ہیں جن کے مطالعہ کے بعد ہی انسان ان کی خوبی سے واقف ہو سکتا ہے۔

بیمار پرسی اسوہ حسنہ کی روشنی میں

مولانا اکرام اللہ جان

بیمار اور لاچار لوگ انسانوں میں سے وہ طبقہ ہے جو اپنی بیماری اور لاچاری کے سبب دیگر انسانوں کی توجہ' خدمت اور تیمارداری کے مستحق ہے۔ اسی انسانی حق کو عربی زبان میں عیادت کا نام دیا گیا ہے۔ عیادت ایک ایسا جامع لفظ ہے۔ کہ اس کے معنی صرف بیمار پرسی ہی نہیں بلکہ اس کے مفہوم میں غم خواری' تیمارداری اور خدمت گزاری بھی شامل ہے۔

شریعت اسلامیہ نے بیماروں سے ان کی بیماری اور لاچاری کے سبب بہت سے فرائض معاف یا کم کردیئے ہیں جن کی ادائیگی ایک عام صحت مند انسان کیلئے ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں قاعدہ کلیہ کے طور پر ارشاد ہے ولا علی المریض حرج(النور : 8) بیمار پر کوئی تنگی نہیں رکھی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ کمزور اور بیماروں سے جہاد میں شرکت نہ کرنے کے بارے میں باز پرس نہیں ہو گی۔ وضو کے احکام بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ بیماروں کے ذمے وضو نہیں ہے، بلکہ تیمم ہے اس طرح فرض روزے جیسی اہم عبادت کو بیمار سے صحت یاب ہونے تک ساقط کر دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق معاف فرما دیئے ہیں تو عام انسانوں کو بیماروں کا کتنا خیال رکھنا چاہیئے۔ اسلام نے جہاں بیماروں کی تیمارداری اور بیمار پرسی کی تاکید کی ہے وہاں بیماروں کو ان کے گناہوں کے معاف ہونے کی نوید اور درجات کے بلند ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔ اس ضمن میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بڑی حوصلہ افزا روایت منقول ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

انین المریض تسبیح وصیاحه تهلیل و نفسه صدقته و نومه علی الفراش عبادته و تقلبه من جنب الی جنب کانما یقاتل العدو فی سبیل الله و یقول الله سبحانه و تعالٰی للملائکته اکتبوا لعبدی احسن ما کان یعمل فی صحته فاذا قام مشٰی کما ولدته امه

Scanned with CamScanner

تسبیح کے برابر ہے۔ اس کا چیخنا چلانا لا الہ الا اللہ کے برابر ہے اس کا
مرض کا کراہنا صدقہ ہے۔ اس کا بستر پر سونا عبادت ہے اور ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی
طرف کروٹ لینا ایسا ہے جیسے راہ خدا میں دشمن سے جنگ لڑ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں
سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کیلئے اس عمل سے بہتر ثواب لکھتے رہو جیسے کہ وہ صحت
میں کرتا رہا۔ پس جب یہ مریض تندرست ہو کر چلنے لگتا ہے تو گناہوں سے ایسے پاک
ہو چکا ہوتا ہے جس دن کہ ماں سے پیدا ہوا تھا۔

بیماروں کی عیادت اور خبرگیری کی بڑی تاکید آئی ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کے
آداب تعلیم فرمائے ہیں۔ دعائیں سکھائیں ہیں اور بہت اونچا ثواب بتایا ہے۔ ایک حدیث
شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرتؐ کا ارشاد منقول ہے۔ حق
المسلم خمس رد السلام و عیادۃ المریض و اتباع الجنائز اجابتہ
الدعوتہ و تشمیت العاطس۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق
ہیں۔ سلام کا جواب دینا، مریض کی بیمار پرسی کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا
اور چھینکنے والے کا جواب دینا۔

نیز صحیح بخاری کتاب الجنائز میں صحابہ کرام سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے ہمیں
سات باتوں کا حکم فرمایا ہے ان میں سے ایک بیمار کی بیمار پرسی کرنا ہے ایک حدیث
شریف میں ارشاد ہے کہ جب کوئی مسلمان صبح کو کسی بیمار کی بیمار پرسی کرتا ہے تو فرشتے
شام تک اس کی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور جب وہ شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک
اس کی مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جب کوئی
بیمار کی عیادت کیلئے جاتا ہے۔ تو واپسی تک جنت کے میوے چنتا رہتا ہے۔

عیادت کے آداب بیان فرماتے ہوئے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی کسی
کی عیادت کیلئے جائے تو اس کے ہاتھ اور پیشانی پر ہاتھ رکھے اور اس کو تسلی دے۔ اور
اس کی شفایابی کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔

اسلام نے تیمارداری اور بیمار پرسی کو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ
اپنے دامن رحمت کو وسعت دیتے ہوئے غیر مسلموں تک اسے پھیلایا ہے۔ چنانچہ بخاری
شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار ایک یہودی لڑکا بیمار پڑ

Scanned with CamScanner

گیا۔ آپؐ اس کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے۔ آپؐ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے اپنے باپ کی طرف اجازت لینے کی غرض سے دیکھا۔ باپ نے کہا جو آپؐ کہہ رہے ہیں مان لو۔ اس پر وہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ آپؐ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے اسے جہنم کی آگ سے نجات دی۔

عیادت کی اتنی فضیلت آئی ہے کہ بیمار پرسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی بیمار پرسی قرار دیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بیماریوں اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم باب عیادۃ المریض میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے پوچھے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا تو تو نے میری عیادت نہ کی؟ وہ عرض کریگا اے میرے پروردگار! تو سارے جہاں کا مالک ہے بھلا میں تیری عیادت کس طرح کرتا۔ ارشاد ہو گا کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑ گیا تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

اس حدیث شریف میں جہاں بیمار پرسی کی فضیلت اور تاکید ہے وہاں خستہ حال بیماروں کیلئے بھی یہ تسلی ہے کہ ان کا رب گویا ان کے سرہانے کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی بیماریوں پر صبر کرنے اور دوسرے بیماروں، کمزوروں، اور لاچاروں کی عیادت، خدمت اور غم خواری کی توفیق عطا فرماوے۔

باب چہارم

شرکت کے احکام

مفتی غلام الرحمان

شرکت کے اسباب کی موجودگی پر جو قسم معرض وجود میں آتی ہے اپنے تشخص
ہیت کی رو سے ہر ایک کے الگ الگ احکام ہیں اس لئے شرکت کے جملہ اقسام
احکام میں مساوات اور یگانگت ضروری نہیں بلکہ ذیلی اقسام بھی احکام میں اختلاف کے
ار ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتیں۔

رکت کے الاباحہ احکام

جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ "شرکت الاباحہ" کسی معاہدہ کا محتاج نہیں
ائی طور پر بعض چیزوں میں انسان کو استفادہ کا حق حاصل ہوتا ہے کسی کا اس سے
وم کرنا اس کے حقوق پر حملہ کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ
سان مباح اشیاء سے استفادہ میں اخلاقی اقدار کا خیال نہ رکھے۔ اس کو یہ احساس ہونا
اپنے مباح اشیاء سے جیسا کہ اس کو استفادہ کی ضرورت ہے اس طرح دوسرے انسانوں
ی زندگی بھی اس پر موقوف ہے۔ اس لئے ان سے استفادہ میں اس کی رعایت ضروری
ہے کہ اس سے کسی دوسرے کے عمومی حقوق متاثر نہ ہوں۔
اور اگر اس کے تصرفات سے کوئی عمومی حقوق متاثر ہوتے ہوں مثلاً دریا کے
پانی سے ہر کسی کو استفادہ کا حق حاصل ہے اس لئے اگر کوئی شخص اسپر چکی لگائے یا اپنی
زمین کے لئے اس سے کوئی نہر نکالے۔ لیکن اس سے عوامی حقوق متاثر ہوں اس سے
دریا میں کشتی کے آنے جانے کے لئے مشکلات پیدا ہوں تو ایسی حالت میں اس کو ایسے

Scanned with CamScanner

استغفا کا موقع نہیں دیا جائے گا۔[1]

بلکہ اگر کسی خاص شخص کے ذاتی حقوق کی بہ آوری کیلئے اس کا تصرف مانع ہو تو پھر بھی اس کو باز رکھا جائے گا مثلاً" ایک نہر پر کسی شخص نے چکی لگوائی ہے دوسرے شخص کو بھی اگرچہ ایسا ہی استفادہ کا حق حاصل ہے لیکن اگر دوسرے شخص کے چکی لگوانے سے پہلے والی چکی کا پانی متاثر ہو کر قابل عمل نہیں رہتی ہو۔ تو دوسرے شخص کو چکی لگوانے سے منع کیا جائے گا۔ تاہم اگر اس سے پانی متاثر نہیں ہوتا ہو۔ لیکن آمدنی پر فرق پڑتا ہو۔ تو پھر اس کو منع کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ کسی ایک دکاندار کو محض اس وجہ سے کسی جگہ دکان ڈالنے سے منع کرنا جائز نہیں کہ اس سے دوسرے دکانداروں کی آمدنی متاثر ہوتی ہے[2]

ایسا ہی عام راستہ پر ہر کسی کو آنے جانے کی کھلی اجازت ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی عام راستہ میں کوئی ایسا تصرف کرے مثلاً" عام لالتہ میں گھر کی دیوار رکھے۔ یا کوئی شہیر راستہ کی طرف نکالے۔ یا گھر کے دروازے کے سامنے اپنی ضرورت کے لئے کوئی ایسی اونچی جگہ بنوائے۔ عام آمد و رفت میں باعث تکلیف ہو تو معاشرے کے ہر رفد اس کے خلاف آواز اٹھانے کا حق حاصل ہے اور قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی داد رسی کرے[3]

اموال مباحہ پر ملکیت کے ذرائع

کسی چیز پر ملکیت ثابت ہونے کی چند صورتیں ہیں۔

(1) کسی ایک مالک سے (اسباب اختیاری کے ذریعہ) دوسرے مالک کی طرف منتقل ہو۔ مثلاً" کسی چیز کی خرید و فروخت ہو۔

(2) کسی ایک سے (اسباب اضطراری کے ذریعہ) دوسرے کے لئے رہ جائے۔ جیسا کہ میراث میں ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

...غیر مملوکہ مباح چیز پر قبضہ کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔
...قبضہ ہو۔ کہ کسی کو ہاتھ میں ہے (یعنی اس پر ایسا کنٹرول حاصل کرے
...تصرفات کے لئے کوئی مانع ہو۔ مثلاً" پانی برتن میں محفوظ کرے)
(ب) یا قبضہ حکماً" ہو۔ یعنی جس چیز سے اس کا تعلق ہو۔ وہ مالک کی ملکیت ہو
...مثلاً" ایک شخص برتن بارش کے پانی کے لئے رکھے۔ جو پانی اس برتن میں جمع ہو۔ وہ
...والے کی ملکیت ہوگی۔[۱۰]

ایسا ہی ایک شخص نے اگر جنگل میں لکڑی اکٹھے کئے اور پھر (کہیں اس ارادہ
...چھوڑ دیئے۔ (کہ کسی موزوں وقت پر لے جاؤں گا) اس حالت میں کسی دوسرے
...نے یہ لکڑی لئے۔ تو اس سے یہ واپس لئے جائیں گے۔ کیونکہ جمع کرنے سے پہلے
...کی ملکیت اس پر آتی ہے۔ اور اگر اس نے ضائع کئے تو ضامن ہوگا۔[۱۱]

اموال مباحہ پر ملکیت آنے کے لئے یہ آخری ذریعہ ہے لیکن اس میں ضروری
...کہ احراز کے وقت مالک کی نیت ہو۔ ورنہ نیت کے بغیر مجرد احراز ملکیت کے لئے
...نہیں۔ اس لئے اگر کہیں کسی شخص کا کوئی برتن پڑا ہوا ہو۔ اس میں بارش کا پانی
...ہو۔ تو اس برتن کے مالک کی ملکیت نہیں آتی۔ اس لئے یہ پانی ہر شخص کے لئے
...مباحہ ہونے کی وجہ سے لینا جائز ہے۔[۱۲]

...سے استفادہ کے احکام

"اموال مشترکہ" سے استفادہ میں یہ ضروری ہے کہ انسان کو یہ معلوم ہو کہ
...کو استفادہ کا حق کہاں تک حاصل ہے۔ ایسا نہ ہو کہیں حق استفادہ کے بہانے سے
...کی مملوکہ اشیاء میں اس کی اجازت کے بغیر دخل اندازی کرے۔ کیونکہ اپنے حق
...تجاوز کرنا مشروع نہیں اور نہ اپنے حق کے حصول کے لئے کسی کی ایذا رسانی کا
...ثابت ہو۔

اس لئے پانی بلا شک مشترکہ سرمایہ ہے - ہر ایک اپنی ضرورت اس سے پورا کرسکتا ہے - لیکن کسی دوسرے کو تکلیف دینا بھی جائز نہیں - لہٰذا پانی کا کنواں اگر کسی کی زمین میں ہو - اور کسی محتاج کے آنے جانے سے مالک کو تکلیف ملتی ہو - تو مالک یا تو یہ تکلیف برداشت کرے گا اور یا خود پانی اٹھا کر صاحب احتیاج کی ضرورت پورا کرے [1] کیونکہ کسی پیاسے کو پانی پلانا حقوق لازمہ میں سے ہے - اس کے لئے کسی رکاوٹ بننے سے اس کی زندگی خطرہ میں پڑ سکتی ہے - یہی وجہ ہے کہ پانی اگر کسی برتن میں محفوظ ہو تو پیاسے کا حق اس میں بھی ثابت ہے جس کے حصول کے لئے وہ مالک سے لڑ سکتا ہے[2]

حضرت حسن سے روایت ہے کہ ایک پیاسے نے ایک قوم سے پانی مانگا - انہوں نے بخل سے کام لے کر اس کو پانی نہیں دیا - چنانچہ وہ پیاس سے مر گیا۔

حضرت عمرؓ نے اس قوم سے خون بہا لیا [3]

ضرورت سے زائد پانی کا حکم

مشترکہ سرمایہ سے ذاتی ضرورت کی تکمیل دوسرے کو استفادہ کا موقع دینے سے مقدم ہے - اس لئے ایک انسان اس پر قانوناً مکلف نہیں - کہ خود تکلیف برداشت کرکے دوسرے کی ضرورت پورا کرے - تاہم ایسا اقدام اخلاق حسنہ میں شمار ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی خصوصیت تھی کہ وہ اپنی ضرورت کے باوجود دوسرے کی تکلیف کی رعایت کرے - لیکن کسی سے اس کا مطالبہ مقصود نہیں -

تاہم جب اپنی ضرورت پوری ہو - تو پھر دوسرے انسانوں کے حقوق کا دائرہ شروع ہوتا ہو - اس لئے پانی جب اپنی ضرورت سے زائد ہو تو اس سے دوسرے کو استفادہ کا موقع دیا جائے گا -

۲ الاحکام السلطانیہ ر ۱۸۳ -

Scanned with CamScanner

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمات یہیں کہ ایک شخص کے کنویں کا پانی جب اس کی ضرورت سے زائد ہو تو جیسا کہ پیاسے کو پلانا واجب ہے ایسا ہی جانوروں کو پلانا بھی واجب ہے۔ لیکن کھیتی باڑی اور باغوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی دینا کنویں کے مالک پر واجب نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد ابو عبیدہ بن جرلونہ کا قول ہے۔

جانوروں کو پلانا بھی واجب نہیں۔ لیکن عام شوافع اول الذکر قول کو ترجیح دیتے

کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

جو شخص زائد پانی گھاس بچانے کے لئے روکے گا

اللہ تعالیٰ زائد رحمت قیامت کیدن اس سے روک لیگا

زائد پانی پلانے کے وجوب کی شرائط

ضرورت سے زائد پانی صاحب حاجت کو پلانا واجب ہے۔ لیکن اس کے وجوب کے لئے چند شرائط ہیں۔

(1) صاحب ضرورت کنویں پر آکر پانی مانگے۔ یہ ضروری نہیں کہ مالک پانی اٹھا کر ضرورت مندوں کے پیچھے بھاگا کرے۔

(2) کنواں کسی چراگاہ کے قریب واقع ہو۔

(3) مویشیوں کے لئے کسی دوسری قریب جگہ میں اسکے علاوہ مباح پانی نہیں پایا جاتا ہو۔ ان کے لئے اگر کہیں کہیں مباح پانی میسر ہو۔ تو پھر کنویں کے مالک سے یہ زمہ داری ساقط ہو جاتی ہے تاہم اگر قرب و جوار میں کہیں دوسرا ایسا مملوکہ کنواں موجود ہو تو پھر دونوں کی زمہ داری مساوی ہے لیکن کسی ایک کے پانی پلانے سے دوسرے کی زمہ داری ساقط ہوجاتی ہے۔

(4) چوتھی شرط یہ ہے کہ جانوروں کے آنے جانے سے مالک کی کھیتی باڑی متاثر نہیں ہوتی ہو ورنہ ایسی حالت میں جانوروں کو پانی پلانے کے لئے فعل کو روندنا جائز نہیں۔

ان شرائط کی موجودگی میں کنویں سے ضرورت سے زائد پانی میں دوسروں کے
حقوق ثابت ہو کر ان کو استفادہ کا موقع دینا مالک کے ذمے واجب ہے۔ البتہ ضرورت
موجود نہ ہونے کی صورت میں ضرر اور تکلیف کی وجہ سے عام لوگوں کو استفادہ کا موقع
دینا جب مالک کے ذمے واجب نہیں تو شوافع کے نزدیک یہ جائز ہے کہ مالک کی
پر پانی فروخت کرکے قیمت وصول کرے[1]

اموال مشترکہ سے استفادہ کے استحقاق کے ساتھ عوام الناس کی یہ ذمہ داری
ہے کہ وہ مشترکہ مفاد کے لئے ان کی حفاظت کرے۔ اس کی تعمیر کرے تاکہ
حقوق ضائع نہ ہوں۔ اس لئے جہاں شرکاء متعین نہ ہوں تو مشترکہ انحصار کی
حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ورنہ عام لوگوں سے کام لینا حکومت کا کام ہے اور جو
اس میں سستی اور تکاسل کا مظاہرہ کرے اس سے حکومت بالجبر کام کروا سکتی ہے[2]

آگ سے استفادہ کے بعض احکام

آگ سے استفادہ کے استحقاق میں اس کی رعایت ضروری ہے کہ مالک
دوسرے شرکاء کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ اس لئے جب آگ کسی کھلی جگہ میں جل
ہو تو ہر ایک کو اس سے استفادہ کا حق حاصل ہے۔ اس پر گرم ہو سکتا ہے اور اس
شعلہ لے سکتا ہے لیکن کسی لکڑی کا لے جانا مالک کی اجازت پر موقوف ہے[3]۔ اور جب
آگ گھر کی چار دیواری میں ہو تو اس سے عمومی حق منقطع ہو جاتا ہے۔ اس لئے پانی
گھاس کی طرح ضرورت مند کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مالک کو آگ لانے پر مجبور کرے
یا خود اندر جانے کے زور آزمائی کرے۔ کیونکہ پانی اور گھاس کی ذات میں شرکت ثابت
ہے۔ اس لئے وہاں پر اپنے حق کے حصول کے لئے ممکنہ ذرائع کو بروئے کار لانے کی
اس کو اجازت ہے لیکن یہاں پر آگ کی ذات میں کسی کو استحقاق کا دعویٰ نہیں۔

۱:۔ الاحکام السلطانیہ، ۱۸۴
۲:۔ ہدایہ ج ۴، ۴۱۳
۳:۔ مجلہ الاحکام المادہ، ۱۲۶۱

Scanned with CamScanner

چونکہ آگ کی حقیقت لکڑی یا کوئلہ کے ٹکڑوں سے قائم ہے۔ جس میں احراز سے ملکیت آئی ہے اس لئے اگر کوئی لکڑی یا کوئلہ مالک کی اجازت کے بغیر لے غصب شمار نہ ہوگا۔

شرکتہ الاباحتہ"

میں وسائل کی فراوانی ہوتی ہے اس لئے ایسی اشیاء میں کسی کو خیانت کا سوال نہیں ہوتا اور نہ کسی کے تضیع سے اس پر ضمان اور تاوان لازم آتا ہے۔ البتہ حق کے لئے مانع بننا جرم ہے اس لئے اس کے انسداد کے لئے کوشش کرنا کی ذمہ داری ہے۔

شرکت الاملاک کے بعض احکام

شرکت الاملاک میں جہاں سبب اضطراری ہو۔ تو سبب کی موجودگی پر ملکیت ہو کر شرکت خود بخود معرض وجود میں آتی ہے۔ اس لئے مورث کی موت پر متروکہ میں جملہ ورثاء کا حق ثابت ہوجاتا ہے کسی وارث کو اس کے حصہ رسدگی روم کرنا ظلم کے مترادف ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ وارث کو اپنے حصہ کے مطالبہ کا حق اس وقت حاصل ہوتا ب میت کی جائیداد سے اس کے کفن دفن کا خرچہ منہا ہو۔ اور اس کی جائیداد میں اجب الادا قرضہ نہ ہو۔ ورنہ اگر جائیداد میں قلت کی وجہ سے کفن دفن کے خرچہ لاوہ مزید گنجائش نہ ہو۔ یا اس سے ماقی جائیداد واجب الاداء قرضہ میں مشغول ہو میں ورثاء کو مطالبہ کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

کیونکہ ان حقوق کی موجودگی میں ورثاء کا حق نہیں رہتا۔ گویا ورثاء کے حق کا اس وقت ہوتا ہے جب یہ حقوق ادا ہوں۔

یہ ایسا قطعی اور لازمی حق ہے کہ اس کے ثبوت پر تقسیم سے قبل ہی مالک کو

سلیم رستم باز اللبنانی " شرح المجلہ " مکتبہ حبیبیہ کانسی روڈ کوئٹہ " ۵۔۱۳،۱۹۸۲ء

جملہ مالکانہ تصرفات کا حق حاصل رہتا ہے اس لئے عصبہ یا ذوی الفروض میں سے کوئی
صاحب حق اپنے حق سے دوسرے شرکاء سے مصالحت کرسکتا ہے[1]

بلکہ تقسیم سے قبل اگر کوئی شریک اپنا حصہ کسی دوسرے شریک یا اجنبی شخص
پر فروخت کرنا چاہے - تو کرسکتا ہے البتہ اجنبی شخص کو فروخت کرنے کی صورت میں
شرکاء کو شرکت کی وجہ حق شفع ثابت رہے گا۔

" شرکت الملک " کا سبب جہاں اختیاری ہو - تو وہاں پر ذمہ داریاں کچھ اور
جاتی ہیں مثلاً" وصیت کی صورت میں ملکیت کے ثبوت کے لئے قبول ضروری ہے بلکہ

اور اگر موصی لہ رد کرنا چاہے تو ایک دفعہ رد کرنے سے دوبارہ اس استحقاق
بحال کرنا مشکل ہے - ایسا ہی ھبہ میں موہوب لہ کی ملکیت کے لئے قبض ضروری ہے
ورنہ جب تک قبض نہ ہو تو ھبہ صرف وعدہ تک محدود رہے گا۔
جس کا ایفاء اگرچہ اخلاقاً" ضروری ہے لیکن قضاء موھوب لہ' ملکیت کے ہونے کی بنا
سے کسی مطالبہ کا حق نہیں رکھتا - اس لئے قبل القبض موہوب کیلئے کسی مالکانہ تصرفات
کا حق حاصل نہیں -

شرکت الاملاک کے شرکاء آپس میں اجنبی ہوتے ہیں اس لئے کسی ایک دوسرے
کے حصہ میں تصرف کا حق حاصل نہیں[2]

وصیت میراث کی طرح حق لازم ہے اس لئے اگر وصیت کسی خاص چیز کی ہو
تو جائیداد سے گنجائش ہونے کی صورت میں یہ خاص چیز موصی لہ کو ادا کی جائے گی اور
اگر وصیت شائع ہو تو پھر جائیداد کی کمی یا زیادتی سے وصیت بھی متاثر ہوگی۔

ممکن ہے کہ مورث کی موت کے وقت جو جائیداد ہو - اس میں میت کے ذمے
واجب الادا قرض نکل آئے -

لازمی طور پر قرض اس سے مقدم رہے گا اور اگر کہیں جائیداد میں اضافہ ہو تو

۱:۔ سراجی

۲:۔ عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ۲/۳۸۵

نمبر ۳:۔ ...

...وصیت کی مقدار بھی بڑھے گی۔

"شرکت الملک" میں کوئی کاروباری مقاصد منظور نظر نہیں ہوتے۔ اس لئے ...نقصان اس میں نہیں آتا۔ تاکہ شرکاء پر تقسیم ہو اور نہ کسی منافع کی امید کی ...بلکہ جو حصہ ہو شریک اس کی وصولی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

...شرکت الملک"

...میں کوئی حصہ کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں اور نہ کسی جائیداد منقولہ یا غیر ...یہ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

...قل منه او کثر نصیبا" مفروضا" ۱۵

...: تھوڑا ہو۔ یا بہت ہو۔

...مقرر کیا ہوا ہے۔

یعنی میراث جو رسدگی کے لئے تعین نہیں۔ جتنا بھی ہو دینا ضروری ہے ایسا ہی ...یت اور حبہ میں کسی خاص مقدار دینے کی پابندی نہیں تاہم وصیت یا حالت موت ...وصیت ثلث (1/3) جائیداد سے متجاوز نہ ہوگا۔

...رکتہ العقود کے بعض احکام

"شرکت العقود" کا وجود باہمی معاہدے کا محتاج ہے۔ اس سے اجنبیت، رفاقت ...میں تبدیل ہوتی ہے۔ دوسرے کے مفاد کا تحفظ اتنا ضروری ہوتا ہے۔ جتنا احساس اپنے ...ار کا ہوتا ہے اس لئے اس میں ایک دوسرے پر اعتماد پیدا ہونے اور معاہدے کی ...سداری رکھنے کے لئے شرکاء کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ ایسی شرکت میں شرکاء کے ...ائد و منافع منظور نظر ہوتے ہیں اس لئے ایسی شرکت اپنی بقاء اور تسلسل چاہتی ہے۔ ...اکہ شرکاء کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ملے۔ اس میں چند امور کی رعایت ضروری ہے۔

(1):۔ باہمی اعتماد

"شرکت العقود" کے وجود اور بقاء میں بنیادی کردار "باہمی اعتماد" کا ہوتا ہے

۱۵۔ النساء ۷

Scanned with CamScanner

۔ یہ وہ قیمتی سونے کا دھاگہ ہے جس سے بکھرے ہوئے دل جڑے جاتے ہیں۔ یہ باہمی اعتماد کا نتیجہ ہے کہ ایک شخص اپنے خون کی کمائی دوسرے کے سپرد کرتا ہے اس سے ناواقفیت اور اجنبیت شریک کار

کے عنوان سے تبدیل ہوتی ہے۔ اس کا اہم تقاضا یہ ہے کہ ایک دوسرے کے اعتماد کو کبھی مجروح نہ کیا جائے یہ ایسا باریک رشتہ ہے کہ معمولی دراڑ آنے پر اس کے تہس نہس ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے اس میدان میں کسی معمولی غلط فہمی کو موقع دینا مناسب نہیں۔ ورنہ ایک ادنیٰ غلطی کسی بڑی غلطی کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے اس کے لئے جذبہ خلوص کی ضرورت ہے تاکہ ہر ایک دوسرے کو اپنے سے زیادہ مخلص اور وفادار سمجھے۔ یہی وجہ ہے کہ راس المال خواہ شرکت بیع میں ہو۔ یا مضاربت میں، ایک دوسرے کے ہاتھ میں امانت رہے گی۔

اگر کسی ناگہانی اور قدرتی آفات کا شکار ہو تو ایک دوسرے سے باز پرس کا حق نہیں رہتا۔ فقہاء کرام اس کا تجزیہ یوں فرماتے ہیں۔

" شریک کا ہاتھ امانت کا ہاتھ ہے کیونکہ اس نے مالک کی (باقاعدہ) اجازت سے اس کا مال قبض کیا ہے۔ نہ کسی بدل یا کسی توثیق کی غرض سے قبض کیا ہے۔ اس لئے اس کا حکم امانت کا ہے[۱]"

اور اگر کسی نے بد دیانتی کا مظاہرہ کیا تو یہ رشتہ بہت جلد اپنا وجود کھو بیٹھتا ہے یہی وجہ ہے کہ عقد مزارعت میں اگر مالک زمین کو یہ معلوم ہوجائے کہ زمیندار چوری کرنے کا عادی ہے تو مالک زمین کو عقد مزارعت ختم کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ اس میں وہ اعتماد باقی نہ رہا جس کو مدنظر رکھ کر عقد مزارعت قائم ہوا تھا۔

البتہ بغیر کسی نقدی اور تجاوز کے جو خسارہ ہو۔ راس المال کے حساب سے تقسیم ہوگا اگر کہیں ایسی شرائط لگائی گئیں کہ راس المال میں مساوات کے ہوتے ہوئے نقصان متفاوت رہے۔ تو یہ مقتضیات سے مخالف ہیں۔ اس لئے اس سے عقد فاسد ہوگا

Scanned with CamScanner

جہاں کہیں شرکت مال اور عمل کا ہو۔ تو اس میں نقصان راس المال " سے منہا
ہو گا۔ عامل کے لئے یہی نقصان کافی ہے کہ اس کی محنت بے سود رہی۔ اس سے
مالی نقصان کا بوجھ عامل پر ڈالنا زیادتی کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقد
مضاربت میں مضارب نقصان مالی سے بری الذمہ ہوتا ہے جو نقصان آئے سب سے پہلے
منافع سے منہا ہو گا اور اگر اس سے متجاوز ہو تو راس المال سے ادا کیا جائے گا۔[۵۱]

" شرکت العقود " کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ جملہ شرکاء یا مضارب پوری
دیانت سے کام کرے۔ ہر اس اقدام سے اجتناب کرے۔ جس میں ایک دوسرے پر بے
اعتمادی کا اندیشہ ہو۔ کاروبار کا تحفظ اور پوری دیوالیہ پن سے بچانا تمام شرکاء کی ذمہ داری

سرمایہ ایسی شرکت کے بنیادی عناصر میں سے ہے۔ جب تک سرمایہ ہو۔ تو شرکت
باقی رہے گی ورنہ اس کی ہلاکت یقینی ہوجائے۔ تو شرکت باقی نہیں رہے گی۔ خواہ اجتماعی طور
پر ہلاکت ہو یا کسی ایک کا مال کسی چیز خریدنے سے قبل ہلاک ہو۔[۵۲]

" سرمایہ " البتہ اگر کسی ایک شریک کے مال پر تجارت شروع کی گئی اور بعد
میں دوسرے ساتھی کا حصہ ہلاک ہو تو اس سے شرکت کا وجود متاثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ
تجارت کرتے وقت شرکت موجود تھی۔ بعد میں شریک کار کے مال کی ہلاکت سے شرکت
ختم نہیں ہوئی۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ " شرکت العقد " ہے اور حسن رحمۃ اللہ علیہ بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک ایسی صورت میں یہ " شرکت العقد " سے تبدیل ہو کر " شرکت الملک " رہے
گی۔[۵۳]

۵۱۔ مجلۃ الاحکام المادہ، ۱۳۲۸

ذمہ داریوں کا احساس

باہمی اتحاد کی پاسداری کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو تو ہر ایک کو اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کا علم ہو۔ کیونکہ حقوق ذمہ داریوں کے احساس کے بعد معرض وجود میں آتا ہے۔ ایسے معاملات کی ترقی اور تنزل کا دارومدار ذمہ داریوں کے احساس پر ہے جتنا احساس زیادہ ہو اتنی محنت بھی زیادہ ہوگی۔ ورنہ غفلت شرکت کے خاتمے پر منتج ہو سکتی ہے۔

معاہدوں کی پابندی

شرکت العقود کا اہم تقاضا ہے کہ شرکاء ایک دوسرے کے لئے معاہدوں کے پابند رہیں۔ شریک کار نے کاروباری میدان میں جو ذمہ داری اٹھائی ہے وہ اس کا انفرادی معاملہ نہیں ہیں۔ بلکہ مشترکہ بوجھ ہے۔ کیونکہ شرکت کے جملہ اقسام میں توکیل لازمی ہے ورنہ اس کے بغیر منافع میں شرکت ممکن نہیں۔[1]

اس لئے عام وکالہ میں جیسا کہ موکل اپنے وکیل کے جملہ کئے ہوئے معاملات کا ضامن ہوتا ہے شرکت میں بھی اس کے لئے تیار رہنا ہوگا تاہم کاروبار میں چونکہ حقوق کے جملہ احکام بالذات مباشر سے منسلک ہوتے ہیں۔ اس کے واسطے سے موکل کی طرف منتقل ہوتے ہیں اس لئے رقم کی وصولی یا مبیعہ کا مطالبہ عاقد سے خاص رہے گا۔[2]

البتہ ایسے معاملات اور معاہدات جن کا بالذات یا بالواسطہ مفادات پر زد پڑتا ہو۔ ان سے مشترکہ مفادات متاثر ہوتے ہوں۔ تو ایسے امور میں چشم پوشی اور اغماض کرنے میں شریک کار کی رائے ضروری ہے۔ مثلاً مشترکہ قرضہ سے اگر ایک شخص سے مصالحت کرے۔ عموماً مصالحت میں چشم پوشی کرنا پڑتی ہے جس سے منافع متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر شریک کار مصالحت سے انکار کرے تو یہ مصالحت کنندہ کی ذات تک محدود رہے

---

[1] شرح العنایہ علی ھدایہ علی ہامش فتح القدیر ۵/۳۷۹

[2] الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۸۲۵

Scanned with CamScanner

ی خرید و فروخت کے معاملے میں چونکہ چشم پوشی نہیں کی جاتی۔ قیمت کی تقرری میں
ت احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کسی چیز کے خریدنے میں لازمی طور پر جملہ شرکاء کے
لئے مشتری ضامن ہوگا۔[1]

اس سے مصالحت اور خرید و فروخت کے معاملے کا فرق واضح ہوتا ہے کہ موخر الذکر معاملات میں ذمہ داری اٹھانے سے فرار کی راہ نہیں ملتی۔

جو معاہدہ شریک کار کرے۔ اگرچہ اس میں نقصان ہو پھر بھی یہ ذمہ داری اٹھانی ہوگی۔ پھر اس ذمہ داری کا بوجھ حصہ پر مبنی ہے۔ اس لئے نفع و نقصان کی شرکت میں حصہ داری منظور نظر رہے گی۔ البتہ جہاں کہیں منافع میں استحقاق کسی عمل یا ذمہ داری کا نتیجہ ہو۔ تو وہاں پر نفع و نقصان میں تفاوت کی گنجائش کی وجہ سے ذمہ داری کے بوجھ اٹھانے میں مساوات ضروری نہیں، لیکن یہ بھی جائز نہیں کہ منافع میں مساوات ہو اور نقصان میں تفاوت سے کام لے کر کسی ایک پر زیادہ بوجھ ڈالا جائے۔[2]

ذمہ داریوں کی تحدید

شریک کار، مارکیٹ اور حالات کو مدنظر رکھ کر شرکت میں کبھی شرائط عائد کی جاسکتی جن سے ذمہ داریوں اور حقوق کا دائرہ محدود ہوجاتا ہے کیونکہ بسا اوقات ایسی تحدید کاروبار کے لئے مفید سمجھی جاتی ہے تحدید میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے اگر رب المال مضارب پر یہ پابندی لگوائے کہ تمہیں فلاں مارکیٹ میں کاروبار کی اجازت نہیں۔ یا اشخاص کا تعین کرے۔ کہ فلاں اشخاص اور فلاں کمپنیوں سے تمہیں کاروبار کرنے کا حق نہیں۔ تو احناف رحمۃ اللہ علیہ اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی شرائط کا عائد کرنا جائز ہے۔ اور مضارب کے لئے ان کی رعایت ضروری ہے کسی خلاف ورزی پر تمام تر ذمہ داری کا بوجھ عامل کو اٹھانا پڑے گا۔[3]

1: مجلۃ الاحکام المادہ ۱۱۵۳۴

2: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۸۲۶ ـ ۸۳

Scanned with CamScanner

شرکاء کا دائرہ کار

ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ شرکاء کو اپنے دائرہ کار کا علم ہو ایسا نہ ہو کہیں اپنے اختیارات سے تجاوز کر کے نقصان کا بوجھ انفرادی طور پر اٹھانا پڑے۔

دائرہ کار کے تعین میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ شریک کار کو ان اقدامات اور معاملات کا پورا اختیار ہو۔ جن کا تعلق تجارتی میدان میں ایک تاجر سے ہوتا ہے۔ ایسے اقدامات میں شریک کار پر پابندی لگوانا خود اپنے ہاتھوں سے کاروبار کو دیوالیہ بنانے کے مترادف ہے۔ البتہ جن امور کا تعلق کاروبار سے نہ ہو۔ ان کو شرکت کا حصہ بنوانا دائرہ کار سے تجاوز ہے۔ اس لئے ذاتی معاملات اور گھریلو امور میں دخل دینا شریک کے لئے جائز نہیں۔ شرکت مفاوضہ جس میں تمام امور میں مساوات کی ضرورت کے باوجود ذاتی معاملات میں اجنبیت رہے گی۔ خانگی معاملات کا بوجھ مشترکہ سرمایہ پر نہیں ڈالا جائے گا۔ یہ اس کی ذات تک محدود رہے گا۔

زکواۃ کی ادائیگی انفرادی ذمہ داری ہے۔ اس کا کاروباری معاملات سے تعلق نہیں۔ اس لئے کسی شریک کار کے لئے جائز نہیں کہ وہ کل سرمایہ سے زکواۃ ادا کرے۔ تاکہ دوسرے ساتھی کی ذمہ داری بھی فارغ ہو۔ اجازت کے بغیر یہ ذمہ داری اس کی ذات تک محدود رہے گی۔[1]

ایسا ہی تصرفات اور ہبہ کرنے میں بھی ایک دوسرے سے اجنبیت رہے گی۔ ایک شریک اگر کسی مدیون سے احسان کر کے اس کو قرضہ کلی یا جزوی طور پر معاف کرے تو شریک کار کی اجازت کے بغیر یہ معاف کرنے والے کا ذاتی فعل متصور ہوگا۔

جہاں کہیں اقدامات اور افعال کا تعلق تجارت سے ہو۔ تو ان میں کسی تصریح کے بغیر عقد شرکت کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے جملہ شرکاء کو تصرفات کا حق حاصل ہوگا۔ ان پر پابندی لگوانا بے سود ہے۔ اس لئے کسی کو خرید و فروخت میں وکیل بنوانا عام تجار کے ہاں مروج ہے۔ لہٰذا بغیر کسی اجازت کے شرکاء کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی

[1] ہدایہ ۲،۵۹۹

شخص کو ان امور میں وکیل بنائے - البتہ کسی کو مضاربت پر مال دینا سنگین معاملہ

ہے۔ اس لئے مضارب رب المال کی اجازت کے بغیر کسی کو یہ حق نہیں دے سکتا -

تاہم اس کی اجازت کے لئے صریح الفاظ کی ضرورت نہیں - ضمنی اجازت بھی کافی ہے -

البتہ ہبہ کرنے اور مزید قرض لینے کے لئے صریح اجازت ضروری ہے -

تاہم کاروبار کے لئے بوقت ضرورت کسی سے قرض لینا تجارتی ضرورت ہے اس لئے اس میں کسی اجازت کی ضرورت نہیں[1] -

مضاربت شرکت کی قسم ہونے کی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کوئی شریک کسی کو مضاربت پر مال دینے کی اہلیت نہیں رکھتا - جیسا کہ مضارب، رب المال کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کو مضاربت پر مال نہیں دے سکتا - تاہم مفتیٰ بہ قول کی رو سے شریک کسی کو مضاربت پر مال دے سکتا ہے - کیونکہ مضاربت شرکت سے ادنیٰ ہے[2] -

کاروبار میں منافع کا دارومدار عاقد کی دور اندیشی، فنی مہارت اور سازگار ماحول پر ہے - اس لئے ضروری نہیں کہ نقد میں فائدہ زیادہ ہو اور نسیئہ میں کم - اس لئے شریک کار کے لئے یہ حق حاصل ہے کہ نقد یا نسیئہ جس کو موزوں سمجھے کاروبار کرے -

ممکن ہے کہ نقد کی نسبت سے نسیئہ میں فائدہ زیادہ ہو یا معاملہ برعکس ہو -

شرکت کے خاتمہ کہ ذرائع

جس چیز کی ابتداء ہوتی ہے اس کے لئے انتہاء بھی لازمی امر ہے - شرکت جب معرض وجود میں آتی ہے تو اس کا خاتمہ کسی وقت بھی ہو سکتا ہے اس کے خاتمے کی چند مختلف صورتیں ہیں -

اتفاقی خاتمہ :- Contingent Dissolution

"اتفاقی خاتمہ" کا مقصد یہ ہے کہ شرکاء کے اختیار کے بغیر بسا اوقات کوئی ایسی صورت رونما ہوتی ہے جس کے ہوتے ہوئے شرکت کی بقاء ممن نہیں رہتی۔ مثلاً

(ا) :- کسی ایک کی موت سے شرکت ختم متصور ہوگی۔ کیونکہ شرکت میں بنیادی کردار توکیل کا ہے جس کا تعلق شرکاء کی ذات سے ہے موت کی صورت میں یہ تعلق باقی نہیں رہتا اس لئے کسی کی موت شرکت کے مفاجاتی خاتمہ کا سبب ہے۔

یا کہیں کوئی ایک شریک "معاذ اللہ" مرتد ہو کر ملک بدر ہو اور حاکم وقت قوانین کی رو سے دارالحرب سے اس کے الحاق کا حکم صادر کرے۔ تو یہ بھی حکماً موت ہے اس لئے ایسی حالت میں بھی شرکت باقی نہیں رہتی۔[1]

(ب) :- مشترکہ سرمایہ یا راس المال کی ہلاکت بھی شرکت کے خاتمے کی اتفاقی صورت ہے۔ اس لئے جب کاروبار دیوالیہ ہوجائے تو شرکت ختم ہوگی کیونکہ اس میں سرمایہ مفقود علیہ ہے۔ جیسا کہ ہلاکت سے عقد باقی نہیں رہتا۔[2]

(ج) :- کسی ایک کی قوت عاقلہ متاثر ہونے سے جب شریک عاقل نہ رہے اور مجنون بن جائے تو اس سے بھی عقد شرکت خود بخود ختم ہوگا کیونکہ عقل کے فقدان سے ان کی اہلیت باقی نہیں رہتی۔

لازمی خاتمہ :- Compulsory Dissolution

اگر معاہدہ میں کوئی قابل عمل وقت متعین ہو یا کہیں خاص اشیاء کی خرید و فروخت تک کاروبار محدود رکھا گیا ہو۔ تو ایسی حالت میں مخصوص مدت پوری ہونے یا متعلقہ کاروکبار پایہ تکمیل تک پہنچنے پر شرکت کا لازمی کاتمہ ہوگا اگر کاروبار کو مزید جاری رکھنے کی ضرورت محسوس ہو۔

Scanned with CamScanner

تو اس کے لئے تجدید معاہدہ ضروری ہوگا ورنہ اس کے بغیر عامل اپنے کئے ہوئے عامل کا خود ذمہ دار ہوگا تاہم اگر اموال مشترکہ مدت گزرنے پر جنس کی صورت میں ہو تو شرکاء کو اس کی فروخت اور نقد رقم وصول کرنے کا حق حاصل ہے۔

اتفاق رائے سے خاتمہ

جمہور فقاء کے نزدیک عقد شرکت غیرلازمی عقد ہے اس کا وجود طرفین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہ یاگر کسی ایک کی رائے باقی نہ رہے تو عقد ختم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ شرکاء کو ہر وقت " شرکت ------ " ختم کرنے کا حق حاصل ہے تاہم یہ خاتمہ کیا ہونا چاہئے کہ کسی کے لئے باعث تکلیف نہ ہو۔ اس لئے احناف کے نزدیک عقد ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دوسرے ساتھی کو فسخ کرنے کی باقاعدہ اطلاع ہو۔ ورنہ اس کی لاعلمی میں کسی ایک فریق کو ختم کرنے کا حق حاصل نہیں۔ فسخ کرتے وقت یہ بھی ضروری ہے کہ " اموال مشترکہ " نقد کی صورت میں موجود ہو۔[1]

معاہدہ کے اختتام پر حقوق کی پاسداری

معاہدہ کا پایہ تکمیل تک پہنچنے کا یہ مقصد نہیں کہ شرکاء کا آپس میں تعلق یکدم ختم ہوگا آئندہ کے لئے کسی جدید معاملہ کرنے کا اختیار خاتمہ کے ذریعے شرکاء سے سلب ہوجاتا ہے لیکن گزشتہ معاملات کا حساب کرکے جملہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا شرکاء کی ذمہ داری ہے۔

ذاتی اخراجات مشترکہ کاروبار سے منہا کرنا زیادتی ہے لیکن کاروباری اخراجات کا بوجھ جملہ شرکاء کو برداشت کرنا پڑے گا۔[2]

جو پہلے منافع سے منہا کیا جائے گا اور اس میں گنجائش نہ رہنے کی صورت میں مشترکہ سرمایہ سے خرچہ لیا جائے گا۔

نمبر ۱۔ ہدایہ ۲/۵۹۴

کاروبار کے خاتمے پر شرکاء کی اہم ذمہ داری قرضوں کی وصولی اور ادائیگی ہے۔ اگر معاملہ کاروباری شرکت کا ہو پھر تو صحابہ شرکاء اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

ورنہ مضاربت کی صورت میں مضارب کو اس قرضہ کی وصولی پر مجبور کیا جائے گا۔ جب کاروبار منافع بخش ہو اور ربح میں اس کا حصہ پایا جاتا ہو۔ ایسی حالت میں مضارب انکار کرے تو حاکم وقت جبری طور پر اس کو قرضہ کی وصولی کا پابند کرا سکتا ہے کیونکہ منافع میں شرکت اس کی محنت و مزدوری کا اثر ہے اور قرضہ جات کے معاملات نمٹانا اس کے فرائض منصبی کا حصہ ہے البتہ اگر منافع نہ ہوں تو پھر اس کو قرضہ جات کے معاملات نمٹانے کا پابند بنانا اس کے ساتھ زیادتی کے مترادف ہے۔ تاہم قرضہ داروں کو رب المال کے حوالہ کرتا اور ان کو آپس میں معاملات طے کرنے کا موقع دینا مضارب کا اخلاقی فریضہ ہے۔[لہ]

کاروباری معاملات ایک دوسرے کے شکوک و شبہات کا ازالہ کرانا طرفین کی ذمہ داری ہے اور منافع حسب معاہدہ تقسیم کرنا شرکت کے اچھے ثمرات اور بہترین نتائج کی عکاسی ہے۔

مسلمانان اسلام کی خدمت میں ہمدردانہ اپیل

یوں تو جامعہ عثمانیہ میں طلباء کے لئے رہائش کی ضرورت روز اول سے محسوس ری ہے لیکن سال رواں میں بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر ابتداء سال میں داخلہ کی ت میں چھتیس زائد طلباء یعنی منتظرین پر مشتمل رہی ۔ یوں مقررہ ہدف ۱۰۵ سے وز ہو کر منتظرین کی ۳۶ کی فہرست کی وجہ سے مجموعی طور پر داخلہ ۱۴۱ تک ممتد رہا ۔ متوقع طور پر مقررہ ہدف سے تجاوز کی وجہ سے دارالاقامہ کی کمی مزید شدت سے وس کی گئی ۔ جس کے لئے فوری طور پر ایک مکان کرایہ پر حاصل کیا گیا ۔ اس کے ھ گزشتہ ماہ سے جامعہ کے متصل خالی پلاٹ پر پندرہ کمروں پر مشتمل دو منزلہ ہاسٹل کی ر شروع کی گئی ہے اور اس ہاسٹل کی تکمیل سے ۱۱۰ طلباء ٹھہرنے کی گنجائش پیدا ہوگی ۔ روع کی گئی تعمیرات یعنی پندرہ کمرے بمع برآمدہ ۵۵۵۰ فٹ کواڈ ایریا ہے یوں کم از کم چہ ایک فٹ پر ۳۵۰ روپے کے حساب سے ۵۵۵۰ x ۳۵۰ = ۱۹ ' ۴۲ ' ۵۰۰ یعنی ڑھے انیس لاکھ روپے کا تخمینی خرچہ آئے گا ۔ مدارس کے ایسے کاموں کے ے پرخلوص جذبہ کی ضرورت ہے اور یوں بے لوث جذبہ خدمت سے یہ کام پورے تے ہیں ۔

درد دل رکھنے والے مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے اس کار خیر میں حصہ لینے کی خواست ہے کہ دل کھول کر اس میں حصہ لیں ۔ اگر کسی صاحب کو مالی تعاون کی توفیق ہ ہو تو دو رکعات صلواۃ حاجت پڑھ کر جامعہ کے حق میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں لاص کی دعا بہترین تعاون ثابت ہو سکتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو قربانی کی توفیق نصیب فرمائے ۔ آمین

منجانب :- اراکین مجلس شوری
جامعہ عثمانیہ

Scanned with CamScanner

REGD. NO. P - 402
MONTHLY - AL - ASR PESHAWAR

ہمدردانہ اپیل

جامعہ عثمانیہ کی آپ کی خدمت میں

بجمد اللہ تعالیٰ جامعہ عثمانیہ پشاور کی ظاہری اور باطنی ترقی میں آپ جیسے بے لوث خدام دین کی توجہات کا فعال کردار رہا ہے اس مختصر مدت میں خلاف توقع ترقی محض اللہ کے فضل و کرم اور آپ جیسے حضرات کی توجہات کی مرہون منت ہے [illegible] کی فقدان کے باوجود گذشتہ سال سے جامعہ میں درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء [illegible] کے ساتھ متصل مکان کی چار لاکھ روپے میں خریداری حوصلہ افزا اقدام ہے [illegible] کی تعلیمی و تعمیری کارکردگی اکتالیس رکنی مجلس شوریٰ کے موقر اراکین حضرات [illegible] فیصلوں کی تابع ہے جس کے لئے ہر سال جمادی الثانیہ کے آخری عشرہ میں اجلاس [illegible] 2 نومبر 1996ء کے منعقدہ اجلاس میں آئندہ تعلیمی سال نمبر 5 کے لئے درجہ خامسہ کے اضافہ اور دوسرے درجات میں جزوی اضافہ کو مد نظر رکھتے ہوئے 12'12'487 (بارہ لاکھ بارہ ہزار چار سو ستاسی روپے) تخمینی بجٹ کی منظوری دی گئی ہے جبکہ سال رواں میں جامعہ کے لئے متصل مکان کی خریداری کی وجہ سے جامعہ تین لاکھ سے زائد کا مقروض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ مجلس شوریٰ کے مخلص اراکین، علماء دیندار اور خدا ترس حضرات کے دستخط سے ثبت شدہ درخواست انشاء اللہ شرف قبولیت حاصل کرے گی لیکن عالم اسباب میں آپ جیسے درد دین رکھنے والے مسلمانوں سے رابطہ رکھنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ آپکی حلال آمدنی میں یقیناً" جامعہ کا کچھ حصہ ہو گا۔

خدا کرے کہ آپکی زکواۃ عطیات سے جامعہ کے متوقع اخراجات اور قرض کا ناقابل تحمل بوجھ جزوی یا کلی طور پر پورا ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے (آمین)

آپ کا خیر اندیش
مفتی غلام الرحمٰن
مہتمم جامعہ عثمانیہ نوتھیہ روڈ پشاور
فون؛ 273561

اکاؤنٹ نمبر
1204-96
حبیب بنک برانچ پشاور صدر